62 Jumua'h Madany Aayaath 11

(۶۲)

سُورۂ جُمُعَہ

(مدنیہ ہے۔ اس میں گیارہ آیتیں ہیں)

حضرت ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ، حسن بصریؒ، مجاہدؒ، عکرمہؒ اور قتادہ کا یہی قول ہے اور جمہور بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم دربار نبوی میں حاضر تھے ہمارے سامنے سورۂ جمعہ نازل ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ واقعہ ہجرت کے کئی سال بعد اسلام لائے تھے۔

ماقبل سے ربط سورۃ ماقبل سے اس کی مناسبت اور ربط کی وجوہ ہیں ایک یہ کہ گزشتہ سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خطاب اپنی قوم سے مذکور ہوا تھا۔ نیز قوم نے جو تکالیف اور ایذائیں آپ کو پہنچائی تھیں ان کا شکوہ تھا اس کے مقابل امت مرحومہ کے احوال اور ان کی فضیلت اس سورت مبارکہ میں بیان ہوئی ہے۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد آمد کی جو بشارت دی تھی اس کے مطابق یہاں حضور انور کی بعثت شریفہ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے تا معلوم ہو کہ وہ بشارت آپ ہی کی ذات اقدس سے

متعلق تھی۔ نیز سورت سابقہ میں جہاد کو تجارت قرار دیا گیا تھا۔ یہاں جمعہ کی پابندی کو دنیوی تجارت سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔ نیز ان ہردو عبادات کے لئے صف بستہ ہونے کا بیان ہے۔ جہاد کے لئے صف بستہ ہونا تو سورۂ صف میں گزر چکا نماز جمعہ کیلئے اسطرح کہ یہاں جماعت شرط ہے اور جماعت کے لئے صف بستہ ہونا لازم

سورۂ جمعہ کی تلاوت نماز جمعہ میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

کان صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الجمعۃ بسورتھا واذا جاء لک المنافقون (مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی) حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ میں سورۂ جمعہ (پہلی رکعت میں) اور اذا جاءک المنافقون (کی سورت دوسری میں) پڑھا کرتے تھے۔"

سورۂ جمعہ کی تلاوت شب جمعہ کی عشا میں حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں:۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی صلاۃ المغرب لیلۃ الجمعۃ قل یا ایھا الکافرون وقل ھو اللہ احد وکان یقرأ فی صلاۃ العشاء الآخرۃ سورۃ الجمعۃ والمنافقون (ابن حبان، بیہقی) شب جمعہ ہوتی تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھتے اور عشا میں سورۂ جمعہ اور منافقون کی تلاوت فرمایا

کرتے تھے"۔ ان روایات کے اعتبار سے ائمہ مساجد کو بھی چاہئے کہ اتباعاً و تبرکاً
ان نمازوں میں ان سورتوں کو پڑھا کریں۔ اگرچہ ان کو مخصوص طور پر پڑھنا واجب نہیں۔

سورۂ جمعہ کی فضیلت | اس سے سورۂ جمعہ کی فضیلت اور اہمیت معلوم ہوسکتی
ہے۔ نیز شب جمعہ میں اس کی تلاوت' پابندی جمعہ اور اس کے لئے تیاری کی
یاددہانی کی طرف اشارہ ہے کہ کل جمعہ ہے۔ پابندی سے سب اس کا اہتمام
کرکے آئیں۔ سورۂ منافقون کو دوسری رکعت میں پڑھنا اس جانب اشارہ
ہے کہ جمعہ کا ترک کرنا' یا اس میں سستی کرنا علامت نفاق ہے۔ اور یہ منافقین
کی خصلت ہے۔ مخلص مسلمانوں کو اس سے دور رہنا چاہئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع ہے اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان اور نہایت رحم والا ہے

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ 62-1
الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں میں اور
جو کچھ کہ ہے زمین میں' (اللہ ہے) بادشاہ' پاک ذات' زبردست حکمتوں والا۔

آیۂ بالا کی تفسیر | آسمانوں اور زمین میں جو جو چیزیں ہیں جمادات' نباتات'
حیوانات' انسان' جن و ملک' جواہر و اعراض' ساکن و متحرک' پانی کی موجیں

ہوا کے جھونکے، آگ کے شعلے، گرد و غبار، ذرہ ذرہ. سبھی اللہ سبحانہ کی تسبیح میں
رات دن صبح و مسا ہر ساعت اور ہر آن مشغول ہیں۔ اور ہر دم نئی نئی تسبیح اپنی
شان اور حالت کے لحاظ سے کرتی جا رہی ہیں۔ اس لئے کہ تجلیاتِ الٰہیہ لامتناہی
اور کل یوم ھو فی شأن کا وصف رکھتی ہیں۔ خواہ جبراً و قہراً ہو یا طوعاً و
رغبتۃً یا حبًّا و کرامۃً۔ ظاہر کے اعتبار سے اس لئے کہ وہ بادشاہ ہے ہر قسم کے
عیوب سے پاک، اور باطن کے لحاظ سے اس لئے کہ وہ زبردست حکمتوں والا ہے۔

آیۂ بالا کی فضیلت حضرت میسرہؓ فرماتے ہیں:- انّ ھذہ الآیۃ
مکتوبۃ فی التوراۃ بسبعمائۃ آیۃ۔ (ابن المنذر، حاکم، بیہقی)
یہ آیہ کریمہ توریت شریف میں سات سو آیات کے ساتھ لکھی ہوئی ہے"۔ جس سے
سورت جمعہ کی قرآن کریم میں ابتدا ہوئی ہے۔ اسی سے اس آیہ کریمہ اور اس
سورۃ شریفہ کی فضیلت ظاہر ہے توریت شریف میں سات سو جگہ اس کا لکھا
ہونا، اسی طرح ہے جیسا کہ سورۃ الرحمٰن میں آیۂ کریمہ فبأیّ آلآء ربکما تکذبان
(۳۱) دفعہ وارد ہوئی ہے۔

62-2 هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا
عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ق

62-3 وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا
62-4 یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ
مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ وہی ہے جس نے ان پڑھوں
میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ اُن پر اوس کی آیتیں پڑھتے ہیں، اور
سنوارتے ہیں ان کو، اور سکھاتے ہیں ان کو کتاب اور عقلمندی، اور اس سے
پہلے وہ پڑے ہوئے تھے کھلی گمراہی میں، اور (اٹھایا اس رسول کو) ایک
دوسرے لوگوں کے واسطے بھی ان ہی میں سے جو ابھی نہیں ملے اُن میں، اور
وہی ہے زبردست حکمت والا، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ
بڑے فضل والا ہے۔"

اُمّیین کی تفسیر | یہاں "اُمّیین" سے عرب مراد ہیں۔ جو لکھنا پڑھنا جانتے نہ تھے۔ اس کا رواج ہی اس قوم میں نہ تھا۔ اور کیونکر ہوتا ان پر قرآن کریم سے پہلے کوئی آسمانی کتاب اتری ہی نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ یہاں اسلام سے پیشتر جہالت کا دور دورہ تھا۔ دوسری وجہ قوم عرب کو "اُمّی" کہنے کی یہ تھی کہ یہ لفظ "اُمّ" کی طرف منسوب ہے۔ یعنی یہ ماں کے پیٹ سے جس طرح بے لکھے پڑھے پیدا ہوئے تھے ہوش سنبھالنے اور سنِ رشد کو پہنچنے، جوان سے

بوڑھے ہونے بلکہ مرنے تک اُسی ابتدائی حالت پر تھے۔ تیسری وجہ "اُمّی" کہنے کی یہ تھی کہ حضور انور علیہ تحیۃ الجلیل الاکبر کی ولادت باسعادت جس بلد مبارک میں ہوئی تھی یعنی مکہ مکرمہ اس کو "اُمّ القریٰ" کہا جاتا تھا یعنی تمام شہروں اور بستیوں کی ماں اور اصل کیوں کہ اللہ سبحانہ نے جس وقت زمین پیدا کی تو تمام مٹی "مکہ مکرمہ" کے محل وقوع پر پیدا ہوئی پھر وہاں سے ہر طرف پھیلائی گئی۔ اسی اُمّ القریٰ کی طرف نسبت کرنے سے اُمّی کہا گیا۔

مکہ مکرمہ کا محل وقوع کرۂ ارض پر آباد دنیا کو دیکھو کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ (۴۰) درجہ عرض البلد اور شمال میں زیادہ سے زیادہ (۸۰) درجہ تک آبادی ہے۔ دونوں کا مجموعہ (۱۲۰) اور نصف (۶۰) ہوا۔ جب (۶۰) کو (۸۰) درجہ شمال سے تفریق کریں تو (۲۰) رہ جاتے ہیں۔ اور جب (۶۰) میں سے (۴۰) درجہ جنوبی کو تفریق کردیں تب بھی (۲۰) درجہ شمالی رہ جاتے ہیں اور مکہ معظمہ (۲۱½) درجہ پر آباد ہے۔ اس لئے کل کرۂ ارض میں یہی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔

مکہ مکرمہ ناف زمین مکہ مکرمہ کا نام لغت کی کتابوں میں ناف زمین ہے جسم انسانی میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی بلکہ قریباً وسط میں ہوتی ہے

اور یہی وجہ ہے کہ عرض بلد میں "مکہ مکرمہ" اور سطح حقیقی کے قریب تر واقع ہوا ہے ڈیڑھ درجہ کا جو تفاوت ہے وہ اس لئے ہے کہ "مکہ مکرمہ" ناف زمین ہونا ثابت ہو

مکہ مکرمہ مرکز تبلیغ پھر اس طرح سمجھو کہ ملک عرب (۱۵) سے (۳۵) درجات عرض شمالی پر واقع ہے اور ان ہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح مقیم ہیں کہ مشرق میں آریا و منگول اور مغرب میں حبشی نسل عام اور امریکہ کے اصلی باشندے اور جب کل قوموں میں تبلیغ مدنظر ہو تو عرب ہی اس کا مرکز قرار دیا جا سکتا ہے۔ غالباً اسی لئے ارشاد باری ہوا وکذٰلک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھدآء اور اسی طرح ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا ہے تاکہ (قوموں کے سامنے) تم (خدا کی) شہادت ادا کرو" (رحمۃ للعلمین)

مکہ مکرمہ میں ولادت باسعادت غرض یہ کچھ حکمتیں تھیں کہ خدائے عزیز و حکیم نے اُمیین میں ایک رسول (حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہادی، مزکی اور معلم بنا کر بھیجا جو ابتدا میں تو اپنی قوم کی طرح بے لکھے پڑھے جیسے ماں پیٹ سے پیدا ہوئے چالیس سال کی عمر شریف ہونے تک اُمّی تھے یا یہ کہ اُم القریٰ کے باشندے ہونے کی بنا پر آپ کو اُمّی کہا جاتا تھا۔ اور اگلی کتابوں میں بشارات بھی نبی اُمّی، اور رسول اُمّی کے

الفاظ میں سنائی گئی تھیں۔

امۃ محمد بھی اُمّی ہے حضرت قتادہ رض فرماتے ہیں:۔ کان ھذا الحی من العرب امۃ امیۃ لیس فیھا کتاب یقرؤونہ فبعث اللہ فیھم محمدا رحمۃ وھدی یھدیھم بہ۔ (عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر) یہ عرب کا قبیلہ "اُمّی" قوم ہے ان کے ہاں کوئی کتاب تک نہ تھی جس کو یہ پڑھتے۔ پھر اپنی مہربانی سے اللہ سبحانہ نے (اسی قوم سے حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اٹھایا تاکہ آپ کے ذریعہ ان کی پوری رہنمائی ہو" خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:۔ انا امۃ امیۃ لانکتب ولانحسب۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن المنذر، ابن مردویہ) ہم اُمّی قوم ہیں جو نہ تو لکھنے سے آشنا ہیں اور نہ حساب داں" حد ہوگئی کہ لغت عرب میں ہزار سے اوپر لاکھ، کروڑ، ارب، وغیرہ کے لئے کوئی لفظ نہیں۔ لاکھ کو مائۃ الف اور دس لاکھ کو الف الف کہتے ہیں۔

حکایت کہا جاتا ہے کہ عربستان کے ایک خوش حال شخص نے اپنے بچے کی تعلیم کے لئے استاد مقرر کیا جو لکھنا پڑھنا اور حساب وغیرہ کی تعلیم دیا کرتے۔ انھوں نے بچے کو سو (۱۰۰) تک گنتی سکھادی۔ اس کے بعد ایک سو ایک (۱۰۱) پڑھانے لگے تو بچہ رُک گیا۔

سبب دریافت کرنے پر کہا کہ میرے باپ کی آمدنی صرف سو روپے ہے۔ اس سے زیادہ کا حساب سیکھنے کی مجھے اس وقت کیا ضرورت ہے؟ اور علوم وفنون جو اُس وقت رائج تھے ان میں وہ تبحر اور کمال پیدا کیا۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کتاب اللہ کے ذریعہ اَن پڑھ قوم کی کایا پلٹ دی کہ وہ اقوام عالم کے معلم ثابت ہوئے اور جدید علوم وفنون ایجاد کئے جس سے زمانہ آشنا نہ تھا۔ چنانچہ جبر ومقابلہ عربوں کی ایجاد ہے۔ اور ہر علم وفن میں مسلمان مصنفین ہوئے جن کی لاکھوں کتابیں موجود ہیں جن کی ایک معقول تعداد طبع وشائع ہو چکی ہے اور کتنے دفاتر ایسے موجود ہیں جن کے شائع ہونے کی نوبت نہ آسکی۔ یہ مختصر احوال قوم عرب کا تھا۔

عجم کا حال فارس والے جو عجم کہلاتے تھے وہ لکھنا پڑھنا جاننے کے باوجود ان کے حالات' عرب سے کچھ زیادہ ترقی یافتہ نہ تھے۔ اسی لئے ارشاد ہو رہا ہے وآخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ اور جو دوسرے ہیں وہ بھی ان ہی میں شامل ہیں جو اس وقت تک ان سے نہیں ملے ہیں۔" حقیقی علم وفن سے وہ دوسرے بھی محض کورے' اور ان ہی اُمیوں میں شامل کرنے کے قابل ہیں جو ابھی ان سے ملحق نہیں ہوئے ہیں۔ اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ کو یہ منظور رہے کہ

ان کو بھی عرب سے ملا دیں۔

وھو العزیز الحکیم۔ وہی خدا غزت والا، حکمت والا ہے" کہ مستقبل قریب میں ان کو ملحق فرما دے گا۔

وآخرین منہم کی تفسیر جب یہ آیہ کریمہ صحابہ کرام کو سنائی گئی تو انھوں نے دریافت کیا کہ یہ دوسرے کون ہیں؟ فوضع یدہ علی رأس سلمان الفارسی وقال والذی نفسی بیدہ لوکان الایمان بالثریا لنالہ رجال من ھٰؤلاء۔ (سعید بن منصور، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن مردویہ، ابونعیم، بیہقی عن ابی ہریرۃؓ) تو (حضور انور) نے اپنا دست مبارک حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر رکھ کر فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا پر بھی جا پہنچتا تو ان کی قوم کے لوگ اس کو حاصل کر کے رہتے"۔ بعض روایات میں رجال کی جگہ رجل اور ایمان کی جگہ علم اور دین بھی آیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کی قوم کا ایک شخص علم یا دین کو ثریا سے اتار لائے گا"۔

امام اعظمؒ کی منقبت امام سیوطیؒ وغیرہ اکابر حفاظ حدیث نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفیؓ اس حدیث شریف کے بڑے

مصداق ہیں۔ یعنی اگر حدیث شریف میں رجلٌ ارشاد ہوا ہے تو حضرت امام اعظمؓ اس کے مصداق ٹھہرتے ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں:۔ الناس عیال علیٰ ابی حنیفۃ فی الفقہ۔ تمام فقہاء فقہ میں امام ابو حنیفہؓ کے عیال ہیں۔

امام بخاری اور ائمہ عجم اور اگر حدیث شریف میں رجال بصیغہ جمع ہو تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ حضرت امام بخاریؒ مسلم بھی اس کے مصداق قرار دئے جا سکتے ہیں۔ یہ تو تفسیر خصوصی ہوئی تفسیر عمومی ملاحظہ ہو:۔ بعض مفسرین نے وآخرین منھم سے مراد تابعین کرام اور بعض نے قیامت تک آنے والے تمام مسلمان مراد لئے ہیں۔ واللہ اعلم حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں:۔ ھم التابعون۔ (عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر) اور مجاہدؒ فرماتے ہیں:۔ من ردف الاسلام من الناس کلھم (عبد بن حمید ابن المنذر) تمام لوگوں میں سے جو کوئی اسلام میں شامل ہوا وہ سب وآخرین منھم میں شریک ہیں۔ اور ضحاکؒ فرماتے ہیں:۔ من اسلم من الناس وعمل صالحا من عربی وعجمی الی یوم القیامۃ۔ (ابن المنذر) لوگوں میں سے جو کوئی قیامت تک مسلمان ہوا اور اچھے کام کرتا رہا خواہ وہ عربی ہو یا عجمی وہ سب

وآخرین منھم میں شامل ہیں"

اولاد اصحاب کرام حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ ان فی اصلاب اصلاب اصلاب رجال من اصحابی رجالاً ونساءً یدخلون الجنۃ بغیر حساب۔ (طبرانی ابن مردویہ عن سہل بن سعدؓ) "میرے اصحاب کی صلب در صلب، در صلب میں یقیناً ایسے مرد اور عورتیں بھی پیدا ہوتی رہینگی جو بلا حساب وکتاب جنت میں داخل ہونگے"

سبحان اللہ! کیسی کیسی رحمت ہائے عامہ وخاصہ ہیں کہ رحمۃ للعالمین کے صدقہ میں تا قیام قیامت امتہ مرحومہ کے لئے مقدر ومقرر ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔

حضور اکرم کا ایک خواب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب ہوا آپ نے فرمایا:۔ رأیتنی اردفت غنم سود ثم اردفتھا غنم بیض حتی ما تر والسود فیھا "میں نے دیکھا کہ میرے پیچھے کالی بکریاں ہیں پھر ان کے پیچھے سفید بکریاں اس کثرت سے آئیں کہ سیاہ بکریاں دکھائی نہ دیتی تھیں" حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تعبیر دی کہ یا رسول اللہ! کالی بکریاں عرب اور سفید بکریاں عجم ہیں جن میں عرب کھائی نہ دے سکیں گے۔ اس پر ارشاد مبارک ہوا:۔ کذلک عبرھا الملک سحرا۔ "فرشتہ (جبرئیلؑ) نے بھی سحر کے وقت ایسی ہی تعبیر دی تھی" (سعید بن منصور)۔

آگے ارشاد ہو رہا ہے :-

فضل اللہ کی تفسیر ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔ یہ سب کچھ محض اللہ سبحانہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جس کو جتنا چاہے مرحمت فرماتا رہتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے" حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں :- الدّین ۔ (ابن المنذر) یہاں فضل سے مراد دین اسلام ہے" یہ جس کو نصیب ہوا وہ کیا ہی خوش نصیب ہے۔ دنیا میں اس سے بہتر کوئی نعمت نہیں۔ اور اس کے ہوتے ہوئے کسی چیز کی حاجت نہیں۔ دین ہی فضل الٰہی ہے اور یہی فضل عظیم ہے۔ دین کی طلب اور اس کی دُھن لگی رہنی چاہیے پھر یقین جانیئے کہ اللہ سبحانہ کا فضل عظیم ساتھ ساتھ ہے۔ ؎

غمِ دیں خور کہ غمِ غمِ دین ست ہمہ غمہا فروتر از این ست
غمِ دُنیا مخور کہ بیہودست ہیچ کس در جہاں نیا سودست

62-5 مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ مثال ان لوگوں کی جن پر لادی گئی توریت، پھر نہ اٹھائی انھوں نے جیسے مثال گدھے کی کہ

(سورۃ ۶۲ آیت ۵)

لادے پھرے کتابیں، بری مثال ہے ان لوگوں کی جنھوں نے جھٹلایا اللہ کی باتوں کو اور اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو۔"

مثل الذین کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:۔ الیھود (عبد بن حمید، ابن المنذر) یہ لوگ یہود ہیں۔" ابن جریجؒ فرماتے ہیں:۔ امرھم ان یأخذوا بما فیھا فلم یعملوا بہ (ابن المنذر، ان کو اللہ سبحانہ نے حکم فرمایا تھا کہ توریت میں جو کچھ لکھا ہے اس پر عمل پیرا ہوں مگر انھوں نے کچھ نہ کیا۔" ضحاکؒ فرماتے ہیں:۔ لمثل الحمار یحمل اسفارا قال کتبا لا یدری ما فیھا ولا یدری ما ھی یضرب اللہ لھذہ الامۃ ای و انتم ان لم تعملوا بھذا الکتاب کان مثلکم کمثلھم۔ (ابن المنذر) ان کی مثال گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لادی گئی ہیں، وہ جانتا نہیں کہ ان کتابوں میں کیا لکھا ہے اور نہ یہ جانتا کہ یہ ہے کیا چیز؟ دراصل یہاں خطاب اس امت سے ہے کہ تم بھی اگر اس کتاب (قرآن کریم) پر عمل کروگے تو تمہاری مثال بھی ان جیسی ہوگی۔"

عالم بے عمل کی تمثیل توریت شریف میں حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف مبارک جو بتادئے گئے تھے۔ اور اس میں باوجود تحریف کیے جانے کے موجودہ نسخوں میں متعدد نشانات یہود کی دستبرد سے محفوظ تھے جس کی بنا پر عبد اللہ بن سلام

وغیرہ کبار علماء احبار یہود مسلمان ہو چکے تھے پھر بھی متعصب علماء مختلف اغراض کے پیش نظر قبول حق سے اعراض کرتے رہے تو ارشاد ہو رہا ہے کہ کتب سابقہ کی پیشین گوئیوں کے بموجب "نبی اُمّی ﷺ" مبعوث ہو چکے۔ آپ کی ہدایات سے فائدہ اُٹھانے والے فائدہ اٹھا رہے ہیں، دارین کی سعادتیں حاصل کر رہے ہیں اور تا قیامت حاصل کرتے رہیں گے مگر اے جماعت متعصبین یہود! تم جہل و تعصب میں مبتلا ہو تو تمہاری مثال اُس گدھے کی سی ہے جو بڑی بڑی کتابوں کا پشتارہ، اپنی پیٹھ پر لادا ہوا ہے اور خود اسکو خبر نہیں کہ یہ بوجھ، کتابوں کا ہے یا اینٹ پتھر کا۔ حضرت سعدیؒ نے عالم بے عمل کی نسبت کیا خوب فرمایا:

علم چندان کہ بیش تر خوانی   چوں عمل در تو نیست نادانی

نہ محقق بود نہ دانشمند   چارپائے بر و کتابے چند

آں تہی مغز را چہ علم و خبر   کہ بر وہیزم است یا دفتر

علم دین سے غافلوں کا حال | یہ تو علمائے دین کا حال تھا کہ عمل نہ کر کے فیضان علم سے محروم رہے۔ اور جو علم دین چھوڑ کر محض دنیا کے دھندے میں گرفتار ہیں اور اسی کا نام علم رکھ لیا ہے ان کی بابتہ علامہ کاشفی فرماتے ہیں:—

گفت ایزد یحمل اسفارہٗ   بار باشد علم کاں نبود زھو

علم ہائے اہل دل حمّال شاں علم ہائے اہل تن احمال شاں

علم چوں بر دل زند یارے بود علم چوں بر گل زند بارے بود

چو بدل خوانی زحق گیری سبق چوں بہ گل خوانی سیہ سازی ورق

عوام سے خطاب رہے وہ جو نہ تو علم دین کی ان کو خبر ہے اور نہ پیٹ بھرنے کا علم ہی رکھتے ہیں، ڈھانچہ تو انسان کا ہے مگر جہل در جہل کے باعث محض کندۂ ناتراش اور خر بارکش۔ عربی شاعر کہتا ہے:

تعلّم یا اخی فالجھل عارٌ ولا یرضی بہ الّا الحمارُ

بھائی جان! کچھ تو سیکھ لیجئے۔ محض نادانی موجب ننگ و عار ہے جس میں مبتلا رہنے کو گدھے کے سوا کوئی دوسرا پسند نہیں کرتا۔" یعنی جو گدھے کی سی صفت رکھتا ہے وہی مبتلائے جہل رہنے کو پسند کرتا ہے۔

ہر جمعہ میں سورہ جمعہ پڑھنے کا مقصد عزیزان من! اس سورت شریفہ کی تلاوت سرور دوجہاںؐ جو ہر جمعہ فرمایا کرتے رہے ہیں، تحصیل علم دین کا شوق دلانا اور اس پر آمادہ عمل کرنا منظور حضور اکرمؐ ہے کہ اون کا ہر امتی ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اپنا جائزہ لیتا رہے کہ ان سات دنوں میں کتنا علم حاصل کیا؟ کیا کیا سیکھا اور اس پر کس حد تک عمل کیا، یہی علم و عمل سعادت دارین کی

کلید ہے اگر اس کو حاصل کرو تو سب کچھ حاصل ہے ورنہ کچھ نہیں۔ ماضی میں کچھ نہیں کیا تو مستقبل میں تو کچھ کرنا چاہیے۔ ورنہ یاد رہے بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ یہ نہایت ہی بری مثال ہے جو آیات اللہ کو جھٹلانے والوں کی دی گئی۔ اللہ سبحانہ ظالم قوم کو کبھی راہ نہیں دکھاتا" اللہ کو اور اس کی کتابوں کو مانتے ہو اور یقیناً مانتے ہیں تو اس میں جو کچھ لکھا ہے اس کو پڑھو، پڑھاؤ، اس پر خود عمل کرو اور دوسروں کو آمادہ عمل کراؤ۔ یہی طریقہ تہذیب نفس، تدبیر منزل اور سیاست مدن کا ہے۔ اپنے آپ کو درست کر وگے تو گھر کی اصلاح ہوگی پھر سارا شہر ہدایت یافتہ ہوگا۔ پھر سب کچھ آپ کا ہے۔

تمثیل مذکور کی اہمیت گدھے کی مثال تمام مثالوں میں بدترین اسلئے ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں اس کا ذکر آیا ہے برائی کے ساتھ ہی آیا ہے۔ سورہ لقمان میں ہے: اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ۔ یقیناً بدترین آواز گدھوں کی آواز ہے" کوئی اس کو پسند نہیں کرتا۔ اور نہ اس کو سننا چاہتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے تو پکارتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو سن کر سب لوگ لاحول پڑھتے ہیں۔ سورہ مدثر میں ہے:۔ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ۔ (نصیحت سے منہ موڑنے والے) بدکنے والے گدھوں کی طرح ہیں کہ

شیر سے بلکہ شور وغل سے بھاگ جاتے ہیں۔ گدھے کی طرح بیل بھی بلید ہوتے ہیں مگر وہ دو چار جمع رہتے ہیں تو شیر کا مقابلہ کرتے ہیں اور ان میں یہ صفت ہے کہ وہ بھاگ جاتے ہیں۔ یہ بھدا پن اور یہ بدتمیزی محض اسکی پرلے درجہ کی جہالت کے باعث ہے یہی وجہ ہے کہ جاہل کو اس کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے۔ بہرحال جہل ونادانی ایسی بری صفت ہے۔ جہاں تک جلد ہو سکے اس کو دور کرنا چاہیئے

62- قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ
62- مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا
يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝

آپ کہہ دیجئے اے یہودی ہونے والو! اگر تم کو دعویٰ ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو سب لوگوں کے سوائے تو آرزو کرو اپنے مرنے کی اگر تم سچے ہو۔ اور وہ کبھی اسکی آرزو نہ کریں گے ان کاموں کی وجہ سے جو اپنے ہاتھوں آگے بھیج چکے ہیں۔ اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔"

شان نزول | یہود کی بے دینی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ اللہ کی کتاب میں تحریف کردی۔ احکام بدل دیئے نبی آخر الزماںؐ کے اوصاف پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کی بایں ہمہ ان کا زعم تھا:۔ نحن ابناء اللہ واحباؤہ ہم ابناء اللہ اور اس کے

احبا ء ہیں " لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاریٰ۔ جنت میں کوئی نہیں جا سکتا بجز اس کے کہ وہ یہودی ہو یا نصرانی " ولن تمسّنا النار الا ایاماً معدودۃ۔ اور ہم کو آگ چھو نہیں سکتی۔ مگر گنتی کے چند روز " یعنی چالیس دن جو ہم نے گوسالہ پرستی کی تھی۔ اس کے سوا ہم نے کوئی جرم کیا ہی نہیں۔ مگر جب حضور انورؐ مدینے تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب مشرف بہ اسلام ہوئے اور گھر گھر اسلام پھیل گیا۔ آپ کی دن دونی رات چوگنی ترقیات کو دیکھ کر مدینہ کے یہودیوں نے یہود خیبر سے مشورہ کیا کہ نبی آخر الزماںؐ کی علامات آپ کی ذات ستودہ صفات میں پائی جاتی ہیں اگر تم لوگ اسلام قبول کر لیں تو ہم بھی آپ کا اتباع کر لیں گے اور اگر تم ان کو نہیں مانتے تو ہم بھی ان کا خلاف کریں گے۔ بہر حال دار و مدار تمہارے مشورے اور رائے پر ہے۔ تو یہود خیبر نے یہود مدینہ کو جواب دیا :۔ نحن ابناء خلیل الرحمٰن ومنّا عزیر ابن اللہ والانبیآء ومتی کانت النبوۃ فی العرب نحن احقّ بھا من محمدؐ ولا سبیل الی اتباعہ۔ ہم خلیل الرحمٰن (حضرت ابراہیم) کی اولاد ہیں، عزیر ابن اللہ ہم میں ہوئے ہیں اور انبیاء بھی ہم ہی میں آتے رہے، عرب میں نبوت تھی کب ؟ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں نبوت کے حق دار زیادہ تر ہم ہیں ان کا اتباع کسی حال میں نہیں ہو سکتا "

کہتے ہیں کہ اس موقع پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی کہ یہودی کہلانے والو! اگر تمہارا زعم یہ ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو۔ دوسرے کوئی دوست نہیں ہوسکتے تو مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچ کہتے ہو۔"

تمنائے موت کی فرمائش دینی اعتبار سے یہ نہایت معقول بات ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا اور اس کے سارے تمتعات ہیچ ہیں۔ جب یہود کو فوز و فلاح آخرت کا یقین کامل ہے تو اس دنیائے دنی میں رکھا ہی کیا ہے؟ موت کی تمنا کرنا چاہیئے کیوں کہ مرنے کے بغیر دار آخرت میں پہنچنا محال ہے۔ پھر کیا دیر ہے۔ تمام یہودی تمنائے موت کریں اگر ان کے یہ مزعومات واقعیت پر مبنی ہیں۔ چنانچہ یہ آیۂ کریمہ یہود کو سنادی گئی۔ مگر یہود ایسا کب کرنے والے تھے۔ وہ تو صرف شیخی بگھارتے تھے۔ اپنی شرارتیں ان کو معلوم تھیں۔ احکام توریت کے لحاظ سے خوب جانتے تھے کہ جان نکلنے کی دیر ہے جہنم ان کی منتظر ہے۔ ارشاد باری ہوا۔ وَلَا یَتَمَنَّوْنَہٗٓ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ۔ وہ کبھی تمنائے موت نہ کریں گے ان کرتوت کی بنا پر جو وہ کر چکے ہیں۔ اللہ کو ان ظالموں کا حال خوب معلوم ہے۔"

چنانچہ یہی ہوا کہ وہ تمنائے موت پر آمادہ نہیں ہوئے۔ حضرت سید اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمادیا:۔ والذی نفسی بیدہ لا یقولھا احد منکم

الاغص بریقہ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی بھی (اے یہود!) تمنائے موت کا کلمہ زبان سے نہیں نکالیگا اگر بالفرض ایسا کیا تو اسی وقت ختم ہو جائے گا۔" اگر یہود سب کے سب بھی موت کی آرزو کرتے تو سارے یہود ہلاک ہو جاتے۔ روئے زمین پر ایک بھی باقی نہ رہتا۔ بہرحال یہ پیشین گوئی بھی قرآن کریم اور حضرت رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا معجزہ ہے جو ظاہر ہو کر رہا۔ یہ احوال اعداء اللہ یہود و نصاریٰ کے تھے۔ اللہ والوں کے کچھ احوال بھی سن لیجئے۔

موت اللہ والوں کی نظر میں | حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرض الموت میں یہ شعر پڑھتے تھے:

غداً تلقی الاحبّہ　　محمّداً وحزبہ

کل ہم اپنے مخلص احباب سے ملیں گے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور آپکے صحابہ سے۔" کبھی یہ شعر پڑھتے جاتے اور کمال ذوق وشوق سے پڑھتے:

یا حبّذا الجنّۃ واقترابھا　　طیبۃ وبارد شرابھا

جنت کیا ہی خوشی اور مسرت کی جگہ ہے نیز اس کا قریب آجانا کیا ہی پُرلطف ہے جو نہایت پاکیزہ مقام ہے اور وہاں کی شراب یا شربتیں کیسے خنک ہیں۔"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عالم نزع میں یہ آیہ کریمہ وردِ زبان تھی:-

وجاءت سکرۃ الموت بالحق ذٰلک ما کنت منہ تحید۔ اور یقیناً موت کی بیہوشی (نشہ) آپہنچی۔ یہ وہی ہے جس سے تو ٹلتا تھا۔"

حضرت شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰؑ پر ابن ملجم شقی لعین نے وار کیا تو آپ نے بے ساختہ للکارا:۔ فزت ورب الکعبۃ۔ رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب فائز المرام رہا۔"

حضرت سید شہدائے کربلا سیدنا امام حسینؑ کا سر مبارک جس وقت تن سے جدا ہو رہا تھا۔ تسبیح سجود سبحان ربی الاعلیٰ ورد زبان تھی۔ "میرے مولیٰ و آقا کی ذات پاک ہے جو سب سے بلند تر ہے۔"

خاصان خدا عالم نزع میں یہ فرماتے بھی سنے گئے۔ یا بنی! لا یبالی ابوک سقط علی الموت ام سقط علیہ الموت۔ اے فرزندان من! تمہارے باپ کو اسکی پرواہ نہیں کہ وہ موت پر ٹوٹ پڑے یا موت اس پر ٹوٹ پڑے۔" اس کے حق میں دونوں صورتیں برابر ہیں۔

حضرت سید الانبیاء والمرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین فرماتے تھے لوددت انی اُقتل فی سبیل اللہ ثم اُحییٰ ثم اُقتل۔ مجھے تو یہی پسند ہے کہ میں راہ خدا میں قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔" یعنی یہی سلسلہ جاری رہے اور درجات بلند ہوتے جائیں۔ موت کا لطف خاصان حق ہی جانتے ہیں

مدعیان کیا جائیں، ان کو دعوی کرنے دیجئے۔

بدعملی کراہت موت کا موجب ہے

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں:۔ انّ سوء العمل یکرہ الموت شدیدا۔ (عبد بن حمید، ابن المنذر)

یہ بدعملی کی پھٹکار ہے کہ انسان موت کو سخت مکروہ جانتا ہے۔" اور یہی بدعملی یہود پر بھی محیط تھی۔ الغرض یہ ایک امتحان تھا جس میں یہود، بلند بانگ دعووں کے باوجود ناکام رہے۔ رہی موت کی تمنا عام حالات میں شرعاً منع ہے۔ اس باب میں احادیث شریفہ بکثرت ہیں۔

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:۔

موت کی تمنا مکروہ ہے

حضرت سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ لا یتمنّی احدکم الموت امّا محسنا فلعلّہ ان یزداد خیرا وامّا مسیئاً فلعلّہ ان یستعتب۔ تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے۔ جو نیک ہے وہ اسلئے کہ شاید اس کی نیکی میں اور اضافہ ہو۔ اور جو بد ہے وہ اس لئے کہ شاید اس کو توبہ نصیب ہو۔" مسلم شریف میں ہے:۔ لا یتمنّی احدکم الموت ولا یدع بہ قبل ان یأتیہ انّہ اذا مات انقطع عملہ وانہ لا یزید المؤمن عمرہ الا خیرا۔ تم میں سے کوئی نہ تو موت کی تمنا کرے اور نہ وقت سے پہلے اس کے آنے کی

دعا مانگے ۔ جب انسان مرتا ہے تو اس کے اعمال موقوف ہو جاتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ مومن کی عمر جیسی جیسی بڑھتی ہے اس کے خیر میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے ۔"

حضرت جابرؓ سے یہ حدیث مروی ہے :۔ انّ من السعادۃ ان یطول عمر العبد ویرزقه اللّٰہ عزوجل الانابة ۔ (امام احمدؒ) نیک بختی کی علامت ہے کہ بندے کی عمر دراز ہو اور خدائے عزوجل اس کو اپنی طرف رجوع رہنا نصیب فرمائے ۔"

تمنائے موت کا بدل حضرت انسؓ سے مروی ہے :۔ لا یتمنّین احدکم الموت من ضُرٍّ اصابه فان کان لابدّ فاعلا فلیقل اللّٰھم احینی ما کانت الحیاۃ خیرا لی وتوفّنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لی ۔ (بخاری مسلم) حضور انورؐ نے فرمایا :۔ کسی تکلیف کے پہنچنے سے تم میں کا کوئی شخص موت کی آرزو کبھی نہ کرے اگر کچھ دعا کرنا ہی چاہتا ہے تو یوں کہے :۔ الٰہی ! مجھے زندہ رکھیو جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہو اور جب میرے حق میں موت ہی بہتر ہو تو مجھے موت دے دیجئے ۔"

حیا کی تعلیم حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن سید عالم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔ استحیوا من اللّٰہ حقّ الحیاء قالوا انّا نستحیی من اللّٰہ یا نبی اللّٰہ الحمد للّٰہ قال لیس ذلک ولکن من استحیی من اللّٰہ حقّ الحیاء فلیحفظ الرأس

وما وعیٰ ولیحفظ البطن وما حوی ولیذکر الموت والبلیٰ ومن اراد الآخرۃ ترک زینۃ الدنیا فمن فعل ذٰلک فقد استحیی من اللہ حق الحیاء (امام احمدؒ، ترمذیؒ) اللہ سے شرماؤ جیسا شرمانا چاہیے۔ تو صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے پیارے نبی! الحمدللہ ہم سب اللہ سے شرماتے ہیں۔ ارشاد ہوا یہ مطلب نہیں بلکہ جو کوئی اللہ سے شرماتا ہے جیسا شرمانا ہے اس کو چاہیے کہ سر اور اس میں جو جو چیزیں ہیں ان کی حفاظت کرے۔ اسی طرح پیٹ اور اس میں جو کچھ ہے اس پر نگاہ رکھے، موت اور اس کے بعد کی بوسیدگی کو یاد کرے۔ جو آخرت کو چاہتا ہے وہ دنیا کی خوب صورتی چھوڑ دیتا ہے۔ بس جس نے ایسا کیا وہ اللہ سے شرمایا جیسا کہ اس سے شرمانا چاہیے۔"

سبحان اللہ! کیا جامع ارشاد ہے۔ سر اور اس کے اندر کی چیزوں میں آنکھ، کان، ناک، زبان، اور دماغ، سب کچھ آگیا۔ اسی طرح پیٹ کے ضمن میں دل، شرم گاہ اور معدہ داخل ہے کہ اس کو حلال روزی سے بھر رہا ہے یا کیا؟ موت، تمام لذتوں کا خاتمہ کرنے والی ہے۔ زینت دنیا میں بیوی بچے۔ مال، دولت، گھر بار۔ سب کچھ داخل ہے۔ ان کی آراستگی کا خیال دل سے نکال دیا گیا تو ساری دنیا ختم ہوگئی۔ اب آخرت کے خیال کے سوا اور کیا رہا؟ یہ ہے اللہ سے

شرماتا جیساکہ اس سے شرمانے کا حق ہے۔ اور یہی حیا تو شعبہ ایمان بلکہ عین ایمان ہے۔ اس کو چھوڑ کر دنیا کدھر جارہی ہے؟ یا فاعتبروا یا اولی الابصار۔

62-8 قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ع آپ کہہ دیجیے کہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تم سے ملنے والی ہے۔ پھر تم پھیرے جاؤ گے اس چھپے اور کھلے جاننے والے کے پاس، پھر جتلا دیگا تم کو جو تم کرتے تھے۔

موت یقینی ہے "موت" جس کی تعبیر قرآن کریم میں دوسری جگہ لفظ "یقین" سے فرمائی گئی ہے اس بنا پر کہ اقوام عالم میں سے کسی کو اس میں اختلاف نہیں۔ یہاں تک کہ نبوت و رسالت، وحی، حشر و نشر، حساب و کتاب، ثواب، عذاب، جنت و نار وغیرہ مسلمہ حقائق کے منکرین دنیا میں موجود ہیں۔ حتیٰ کہ اللہ جو اعرف المعارف اور اجلی البدیہیات اور ظاہر سے ظاہر تر کھلی ہوئی حقیقت ہے اس کا یقین نہ رکھنے والے تک اس دنیا میں بستے ہیں مگر کوئی فرد بشر موت کا منکر نہیں۔ موت کے مسئلہ کو لوگوں نے اس طرح تسلیم کر لیا ہے کہ گویا موت کا دوسرا نام "یقین" رکھ دیا تو ایسی مسلمہ یقینی و مقبولہ عالم حقیقت جس سے کسی کو کوئی مفر نہیں

اور جس سے کوئی فرد بشر تو کیا بلکہ جن و ملک اور کسی قسم کی کوئی مخلوق مستثنیٰ نہیں اس سے فرار یا گریز کیا مفید ہو سکتا ہے؟ اگر کوئی ایسا تصور بھی کرے کہ وہ موت سے بھاگ جائے گا تو اس کی احمقی میں کیا کلام ہو سکتا ہے؟ اسی لئے ارشاد ہو رہا ہے کہ اے یہود و بنی اسرائیل! تم موت سے گریز کرنا چاہتے ہو مگر یاد رکھو کہ اس کے پنجے سے نجات نہیں مل سکتی وہ ضرور تم کو اس کے مقرر وقت پر آ دبائے گی پھر تم ہر چھپے کھلے کے جاننے والے خدا کے حضور میں پیش کئے جاؤ گے۔ اور وہ تم کو ان تمام اعمال سے جو مدۃ العمر دنیا میں کرتے رہے قول ہو یا فعل، تصور ہو یا خطرہ، تم کو باخبر کردیگا پھر اس کے مطابق جزا و سزا ہو گی۔

فرار من الطاعون یہیں سے فرار من الطاعون کے مسئلہ پر بھی روشنی پڑتی ہے شیوع طاعون کے زمانہ میں لوگ بستیاں چھوڑ کر کھلے میدانوں میں چلے جاتے ہیں۔ یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔ حافظ حدیث ابن خزیمہ نے اپنی مسند میں اس کا باب یوں باندھا ہے:۔ باب الفرار من الطاعون من الکبائر وان اللّٰہ تعالیٰ یعاقب من وقع منہ ذلک مالم یعف عنہ۔ یعنی یہ باب اس بیان میں ہے کہ طاعون سے بھاگ جانا کبیرہ گناہوں میں شامل ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں مبتلا ہونے والوں کو سزا دے گا جب تک کہ اس کو معاف نہ فرمائے۔ اور استدلال ام المومنین

سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی کی اس حدیث سے کیا ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ الفرار من الطاعون کالفرار من الزحف۔ (امام احمدؒ طبرانی ابن عدی وغیرہم) طاعون سے بھاگ جانا جہاد سے بھاگ جانے کی مانند ہے۔" اس کی سند درجہ حسن تک پہنچتی ہے۔ علامہ تاج الدین سبکیؒ لکھتے ہیں کہ اکثر فقہاء نے اس کو حرام ٹھہرایا ہے اور بعض نے اس کو مکروہ قرار دیا۔ مثلاً امام مالکؒ۔

حضرت قاضی عیاضؒ کی تحقیق حضرت قاضی عیاض مالکی نے ایک جماعت صحابہ کرامؓ سے جن میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بھی شامل ہیں زمانہ طاعون میں باہر جانے کا جواز نقل فرمایا ہے۔ تابعین میں سے اسود بن ہلالؒ اور مسروقؒ بھی جواز خروج کے قائل ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ حاکم مصر نے طاعون کے باب میں جو آخری خطبہ دیا اس میں یہ فرمایا:۔ ان ھذا رجز مثل السیل من تنکبہ اخطأ ومثل النار من تنکبھا اخطأھا ومن اقام احرقتہ (امام احمدؒ طبرانی) یہ ایک عذاب ہے سیلاب کی طرح، جو اس سے ہٹ گیا وہ زد میں نہ آیا اور یہ آگ کی طرح ہے جو اس سے کنارے ہو گیا تو اس کی زد نہ آنے پائی اور جو ٹھہرا رہا اس کو جلا دیا۔" ان سے ایک روایت یوں ہے:۔ ان ھذا الطاعون رجس فتفرقوا منہ فی الشعاب وھذہ الاودیۃ۔ یہ طاعون ایک عذاب ہے

اس سے ہٹ کر پہاڑوں، ندی نالوں کے قریب ٹھہر جاؤ۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس تدبیر سے کسی ناراضی کا اظہار نہیں فرمایا۔

عقیدہ ایمان کا تحفظ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے کوفہ میں اپنے رفقائے سے ایک دن فرمایا:۔ لا علیکم ان تخفوا عنّی فانّ ھذا الطاعون قد وقع فی اھلی فمن شاء منکم ان یتنزّہ فلیتنزّہ واحذروا ثنتین ان یقول قائل خرج خارج فسلم وجلس جالس فاصیب لو کنت خرجت لسلمت کما سلم آل فلان او یقول قائل لو کنت جلست لاصبت کما اصیب آل فلان (طحاوی)۔ تم پر کوئی گلہ نہیں اگر تم میرے پاس سے چلے جاؤ کیوں کہ یہ طاعون میرے گھر میں گھس گیا ہے۔ تم میں سے جو باہر نکل جانا چاہے وہ نکل جائے۔ ہاں دو باتوں سے بچتے رہو۔ کوئی یہ کہتا ہو کہ نکلنے والا نکلا اور محفوظ رہا۔ اور بیٹھنے والا بیٹھا رہا سو مبتلائے مصیبت ہوا اگر میں بھی نکل جاتا تو اسی طرح بچ جاتا جیسے فلاں کا گھرانہ بچ گیا۔ یا یوں کہتا ہو کہ اگر میں بھی بیٹھا رہتا تو مبتلائے مصیبت ہو جاتا اسی طرح جیسا کہ فلاں کا گھرانہ مبتلائے مصیبت ہوا۔"

طاعون عمواس اس کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ زمانہ طاعون میں لوگوں کو کیا کرنا چاہیئے وہ بتاتا ہوں۔ یہ کہہ کر اپنا واقعہ سنایا کہ میں ابو عبیدہؓ کے

ساتھ تھا۔ ملک شام میں طاعون پھوٹ پڑا (یہ طاعونِ عمواس کا واقعہ ہے) حضرت عمرؓ نے ان کے نام اپنا فرمان بھیجا:۔ اذا اتاك كتابي هذا فاني اعزم عليك ان اتاك مصبحا فلا تمسي حتى تركب وان اتاك ممسيا لا تصبح حتى تركب الي فقد عرضت لي اليك حاجة لاغنائي عنك فيها۔ میری یہ تحریر جب آپ کو پہنچے تو میں آپ کو تاکید کرتا ہوں کہ اگر صبح پہنچے تو آپ شام ہونے سے پیشتر سوار ہو جائیں، اور اگر شام کو آئے تو صبح ہونے سے پہلے سوار ہو کر میری طرف روانہ ہو جائیں۔ مجھے ایک شدید حاجت درپیش ہے جو آپ کے بغیر تکمیل نہیں پا سکتی۔ ابو عبیدہؓ نے جب اس کو پڑھا تو فرمایا:۔ امیر المومنین ایک ایسے شخص کا بچاؤ چاہتے ہیں جو بچ نہیں سکتا۔ پھر آپ نے جواباً لکھ بھیجا کہ "میں لشکر اسلام میں ہوں۔ موت اور جہاد سے کیوں کر بھاگ سکتا ہوں اور مسلمانوں کو کیونکر چھوڑ سکتا ہوں۔ امیر المومنین کا مطلب میں سمجھ چکا۔ اپنی تاکید سے مجھے رہائی دیجئے۔" یہ جواب آیا تو حضرت عمرؓ رو پڑے۔ لوگوں نے دریافت کیا۔ کیا ابو عبیدہؓ کی وفات ہو گئی۔ آپ نے فرمایا نہیں۔

تخلیہ مقام و تبدیلی آب و ہوا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو یہ بھی لکھا تھا:۔ ان الاردن ارض عمقة وان الجابية ارض نزهة

فانھض المسلمین الی الجابیۃ ۔ اُردن کی سرزمین نشیبی ہے اور جابیہ کی سرزمین پاک صاف ہے مسلمانوں کو جابیہ کی طرف منتقل کر دیجئے۔" ابوموسیٰ اشعری رضؓ فرماتے ہیں کہ ابوعبیدہؓ نے مجھ سے فرمائش کی کہ میں مسلمانوں کی منتقلی کا انتظام کردوں مگر میں نے معذرت کی کہ یہ انتظام میرے لئے دشوار ہے۔ مجھ سے نہ ہوسکیگا یہ اس وجہ سے کہ ابوموسیٰ اشعریؓ کا گھر بھی طاعون سے متاثر تھا۔ اس پر فرمایا کہ اچھا تو آپ لوگوں کو تیار ہو جانے کے لئے فرمائیے ۔ اور خود سوار ہو کر جانا چاہا۔ اتنے میں ابوعبیدہؓ مبتلائے طاعون ہو گئے ۔ پھر آپ کی وفات ہو گئی اور آپ کی وفات کے ساتھ ہی طاعون بھی دفع ہو گیا۔ (طحاوی) یہ واقعہ تاریخ ابن عساکر اور جامع ابن عیینہ میں بھی مذکور ہے ۔

طاعون شہادت ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ الطاعون شہادۃ کلّ مسلم (بخاری مسلم) طاعون ہر مسلمان کی شہادت ہے۔" حضرت عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں کہ سید المرسلین صلوات اللہ سلامہ علیہ وعلیہم اجمعین نے فرمایا:۔ یختصم الشھداء والمتوفون علی فرشھم الی ربّنا عزّ وجلّ فی الذین یتوفّون من الطاعون فیقول الشھداء اخواننا قتلوا کما قتلنا ویقول المتوفّون اخواننا ماتوا علی فرشھم کما متنا

فیقول ربّنا انظروا الی جراحتھم فان اشبھت جراحھم جراح المقتولین فانّھم منھم ومعھم فاذا اجراحھم قد اشبھت جراحھم (امام احمدؒ، نسائیؒ)

خدائے عزوجل کے حضور میں شہداء اور اپنے بچھونے پر وفات پانے والوں کا مقدمہ طاعون سے وفات پانے والوں کی نسبت پیش ہوگا۔ شہداء عرض کریں گے کہ طاعون زدہ ہمارے بھائی ہیں اسی طرح قتل ہوئے جیسے ہم قتل ہوئے۔ اور بستر پر مرنے والے کہیں گے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں۔ ہم جیسے مرے یہ بھی وفات پائے ہیں اس پر پروردگار عالم کا ارشاد ہوگا کہ ان کے زخم دیکھ لئے جائیں اگر مقتولین کے زخموں سے ملتے ہوں تو ان کا شمار اور ان کا حشر ان ہی کے ساتھ ہوگا۔ جب انکو دیکھا جائے گا تو ان کے زخم بھی شہدا کے زخموں سے ملتے جلتے پائے جائینگے۔"

طاعون مسلمانوں کیلئے رحمت ہے، ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے طاعون کے باب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا:۔ انّہ عذاب یبعثہ اللّٰہ علی من یشاء وانّ اللّٰہ جعلہ رحمۃ للمؤمنین لیس من احد یقع الطاعون فیمکث فی بلدہ صابرا محتسبا یعلم انّہ لا یصیبہ الّا ما کتب اللّٰہ لہ الّا کان لہ مثل اجر شھید۔ (بخاری شریف) وہ اللہ کا عذاب ہے جس پر چاہے بھیجتا ہے

اور اللہ نے اس کو مومنین کے حق میں رحمت بنا دیا ہے اب جو کوئی طاعون میں گھر جائے اور وہ اپنے شہر میں صبر کرکے اور اللہ پر اس کا اجر رکھ کر ٹھہرا رہے یہ جان کر کہ اللہ نے جو کچھ اس کے لئے لکھ دیا ہے وہی ہو کر رہیگا تو اس کو بھی شہید کی طرح اجر ملیگا۔"

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

الفارّمن الطاعون کالفارّمن الزحف والصابر فیہ لہ اجر شہید۔

(امام احمدؒ) طاعون سے بھاگ جانے والا جہاد سے بھاگنے والے کی طرح ہے اور اس میں صبر کرکے ٹھہرا رہنے والا شہید کے برابر اجر پاتا ہے"۔ جس سے ظاہر ہے کہ طاعون سے وفات پانا ضروری نہیں بلکہ صرف صبر کرکے ٹھہرا رہنا ہی موجب اجر ہے

بنیت فرار نہ ہو حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول امّیؐ روحی فداہ نے فرمایا:۔ الطاعون رجز ارسل علی طائفۃ من بنی اسرائیل او علی من کان قبلکم فاذا سمعتم بہ بارض فلا تقدموا علیہ واذا وقع بارض وانتم بھا فلا تخرجوا فرارا منہ (بخاری، مسلم) طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل کی ایک جماعت یا تم سے پیشتر کے لوگوں پر بھیجا گیا تھا۔ جب تم سنو کہ وہ کسی سرزمین میں واقع ہوا ہے تو تم وہاں نہ آؤ۔ اور جب وہ وہیں آن پہنچے جہاں تم ہو تو وہاں سے بھاگ جانے کی نیت سے نہ نکلو"

عرض فقیر فقیر عرض کرتا ہے کہ طاعون کے موقع پر مسلمان کو اپنا عقیدہ بہت زیادہ مضبوط رکھنا چاہیے۔ یہ یقین جانے کہ اللہ سبحانہ کا حکم ٹل نہیں سکتا اور نہ کوئی موت سے بھاگ کر بچ سکتا ہے۔ واقعہ بھی یہی ہے لہٰذا اس عقیدے کو کسی حال میں نہ چھوڑے۔ ہر حالت میں اس پر قائم رہے اگر یہ عقیدہ پیش نظر نہ ہوگا اور کوئی یوں سمجھے گا کہ فلاں شخص یہاں سے جاکر بچ گیا اور اگر میں بھی جاتا بچ جاتا ایسا قیام بھی مفید نہیں۔ یا یہ کہ فلاں شخص طاعون زدہ مقام میں رہنے سے مبتلا ہوا اور اگر میں بھی وہاں رہتا تو مبتلا ہو جاتا یہ فاسد عقیدہ ہے۔ اعاذنا اللہ من ذلک۔ ہاں صورت حال یہ ہو کہ ہوا خراب ہو گئی ہے، مکانوں میں چوہے مر گئے ہیں، بدبو پھیل گئی ہے تو صحیح عقیدہ پر قائم رہتے ہوئے تبدیل آب و ہوا کی غرض سے اگر وہ منتقل ہو تو اس کو ایک علاج ظاہری سمجھا جائے گا۔ جس طرح حضرت سیدنا عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو (مرض طاعون کی شدت کو ملاحظہ فرماکر) ایک مکتوب گرامی روانہ فرمایا تھا کہ "جابیہ کی زمین پاک صاف ہے مسلمانوں کو جابیہ کی طرف منتقل کردو۔"

فقہ حنفی کا مسئلہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب درمختار میں ہے:۔ اذا خرج من بلدۃ بھا الطاعون فان علم ان کل شئی بقدر اللہ تعالیٰ فلا باس بان یخرج ویدخل۔ وان کان عندہ انہ لو خرج نجا ولو دخل ابتلی بہ کرہ لہ

ذلك فلا یدخل ولا یخرج صیانة لاعتقاده وعلیه حمل النھی فی الحدیث الشریف۔ کسی شہر میں طاعون آجائے اور یہ وہاں سے نکل گیا تو دیکھنا یہ ہے کہ اگر نکلنے والا یہ جانتا ہے کہ ہر چیز تقدیر الٰہی پر ہے تو ایسے شخص کے نکلنے یا داخل ہونے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر اس کا یہ خیال ہو کہ نکل گیا تو بچا اور اگر داخل ہوا تو مبتلائے طاعون ہوا تو اس کے لئے دخول و خروج ناجائز ہے لہٰذا ایسا شخص نہ طاعون زدہ مقام میں داخل ہو اور نہ وہاں سے نکلے تاکہ اس کا اعتقاد محفوظ رہے۔ حدیث شریف میں جو ممانعت وارد ہوئی ہے اسی پر محمول ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اشباہ والنظائر میں بھی یہی مسئلہ کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے۔

طاعون امتحان ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا:۔ الطاعون فتنة علی المقیم والفار۔ اما الفار فیقول فررت فنجوت واما المقیم فیقول اقمت فمت وانما فر من لم یات اجله واقام من حضر اجله (طحاوی) طاعون امتحان و آزمائش ہے ٹھہرے رہنے والے کے لئے بھی اور بھاگ جانے والے کے لئے بھی۔ بھاگنے والے کے حق میں اس طرح کہ وہ کہتا ہے چونکہ میں بھاگ نکلا تھا اسلئے بچ گیا۔ اور مقیم کے لئے اس طرح کہ وہ کہتا ہے چونکہ میں ٹھہرا رہا اسلئے مر رہا ہوں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ جس کی موت نہیں آئی تھی وہ بھاگ نکلا تھا اور جس کی موت آچکی تھی وہ ٹھہرا رہا تھا۔

خلاصۂ کلام خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان کا عقیدہ متزلزل نہ ہونا چاہیئے عقیدہ یہ ہو کہ ہر چیز تقدیر الٰہی پر ہے جو صورت بھی درپیش ہو گی وہ اللہ کے حکم سے ہو گی۔ اور امر الٰہی جاری ہو کر رہیگا۔ جس کا اعتقاد یہ ہو اس کے لئے طاعون زدہ مقام سے چلا جانا یا وہاں آنا دونوں جائز ہیں۔ اور جس کا عقیدہ ایسا نہ ہو تو وہ طاعون زدہ مقام سے نہ جائے اور نہ وہ باہر سے طاعون زدہ جگہ آئے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ بھاگ گئے وہ غفلت کا شکار ہوئے۔ اور زمانہ فرار میں لہو و لعب گانے بجانے میں مشغول ہو گئے اور ایسے ایسے کام کئے جو زمانہ قیام میں نہیں کرتے تھے۔ برخلاف اس کے جو اپنی جگہ ٹھہرے رہے ان کا یہ زمانہ طاعت و عبادت اور یاد الٰہی میں گزرا۔ توبہ و استغفار خیر خیرات میں لگے رہے۔ بہرحال فرار ہو یا قرار اس کو کسی کی موت یا حیات سے کچھ بھی تعلق نہیں انسان کا مرنا جینا سب کچھ اللہ سبحانہ کے حکم پر موقوف ہے قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولٰنا علیہ توکلنا اے نبی کریم! آپ فرما دیجئے کہ ہم کو کوئی چیز چھو نہیں سکتی مگر وہی جو اللہ سبحانہ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے۔ وہی ہمارا مالک ہے اور ہمارا بھروسہ اسی کی ذات پر ہے۔"

62-9 یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اے

ایمان والو! جب اذاں کہی جائے نماز کے لئے جمعہ کے دن، تو تیزی سے چلے جاؤ

اللہ کی یاد کی طرف، اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہی بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم علم

رکھتے ہو"

جمعہ کی فضیلت حضرت ابو لبابہ انصاریؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سید المرسلین

صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین نے ارشاد فرمایا:۔ یوم الجمعۃ

سیّد الایام واعظمھا عند اللہ واعظم عند اللہ من یوم الفطر

ویوم الاضحیٰ وفیہ خمس خصال خلق اللہ فیہ آدم واھبط فیہ علی

الارض وفیہ توفی اللہ آدم وفیہ ساعۃ لا یسأل العبد فیھا شیأا

الّا اعطاہ اللہ مالم یسأل حراما وفیہ تقوم الساعۃ مامن ملک

ولا ارض ولا سماء ولا ریاح ولا جبال ولا بحر الّا وھن لیشفقن من

یوم الجمعۃ ان تقوم فیہ الساعۃ۔ (ابن ابی شیبہ امام احمدؒ، ابن ماجہ ابو الشیخ

ابن مردویہ) جمعہ کا دن، تمام دنوں کا سردار ہے اور اس کی عظمت اللہ سبحانہ کے

نزدیک سب دنوں سے زیادہ ہے۔ یہ دن عند اللہ، عید الفطر اور عید الاضحیٰ سے بھی

زیادہ باعظمت ہے (ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جمعہ کی فضیلت

یوم الحج کے برابر ہے (ابن ابی شیبہ) اس میں پانچ صفات ایسی ہیں جو دوسرے

دنوں میں نہیں۔ اللہ سبحانہ نے حضرت آدمؑ کو اسی دن پیدا کیا۔ اسی دن آپ زمین پر اتارے گئے۔ آپ کی وفات شریف بھی اسی دن واقع ہوئی۔ اس میں ایک ساعت ایسی آتی ہے کہ اس میں اللہ سبحانہ سے بندہ جو مانگتا ہے اس کی منہ مانگی مراد مل جاتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کسی حرام چیز کی درخواست کی جائے۔ (وہ بات نہیں سنی جائیگی) قیامت بھی اسی دن قائم ہوگی۔ کوئی فرشتہ ہو یا زمین و آسمان، یا ہوا، پہاڑ، سمندر، سب کے سب اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں کہ قیامت کہیں آج ہی قائم نہ ہو۔" اس مضمون کی احادیث شریفہ۔ کتب صحاح وغیرہ میں بکثرت ہیں۔ جن سے مضمون صدر کی تائید ہوتی ہے۔ نماز جمعہ کن لوگوں پر واجب ہے اور اس کی صحت کے شروط کیا ہیں وہ کتب فقہ میں مفصل درج ہیں ان کو دیکھ لیا جائے۔

جمعہ کی خصوصیات | جمعہ کی خصوصیات حسب ذیل ہیں:—

اس دن دوزخ سلگائی نہیں جاتی۔ شب جمعہ یا روز جمعہ میں وفات پانے والا مسلمان، درجۂ شہادت پاتا ہے۔ جو اس دن یا رات دفن ہو وہ عذاب قبر، ضغطۂ قبر (قبر کے فشار) اور سوال منکر و نکیر سے محفوظ رہتا ہے۔ کافر تک اس دن عذاب قبر سے محفوظ رہتے ہیں۔ البتہ جمعہ گزر جانے کے بعد پھر عذاب میں

رہتے ہیں۔ لیکن مومن فاسق جمعہ آتے ہی قیامت تک عذاب قبر سے چھوٹ جاتا ہے۔ ائمہ مساجد کے لئے مستحب ہے کہ عشا میں عموماً سورہ جمعہ پڑھا کریں۔ اسی طرح فجر میں سورہ الٓمّٓ سجدہ پہلی رکعت میں اور سورہ دہر دوسری میں پڑھتے رہیں۔ مسلمان عشا اور فجر کی جماعت کی اس دن خصوصیت سے پابندی کریں۔ احیائے لیل کریں بلکہ شب پنجشنبہ میں بھی رات کی عبادت کریں۔ صبح اصلاح بنوائیں۔ غسل کریں اچھے کپڑے پہنیں۔ خوشبو لگائیں۔ سویرے جامع مسجد جائیں۔ مسجد میں بخور جلائیں تلاوت و ذکر میں مشغول رہیں۔ سورہ کہف اور سورہ ہود پڑھیں۔ اور درود شریف بکثرت پڑھیں۔ ساعت اولیٰ میں نہ ہوسکے تو ساعت ثانیہ، ثالثہ وغیرہ میں حاضر مسجد ہونے کی سعی کریں۔ اذان ہو جانے کے بعد خرید و فروخت چھوڑ دیں۔ امام خطبہ دے تو خاموشی کے ساتھ سنیں۔ نماز ختم ہو جائے تو پھر اختیار ہے۔ وعظ وغیرہ ہوتا ہے تو اس میں شریک رہیں یا بر خاست کر کے کاروبار میں مشغول ہو جائیں۔ بیمار پرسی کریں۔ والدین، اہل قرابت، احباب سے ملاقات کریں۔ علماء و مشائخ سے ملیں۔ دین کی باتیں سیکھیں، اہل قبور کی زیارت کو جائیں۔ خیر خیرات میں حصہ لیں کہ آج کی خیرات کا ثواب زیادہ ہے۔ روزہ رکھنے ہوں تو پنجشنبہ اور جمعہ کو روزہ رکھیں صرف جمعہ کا روزہ رکھنے کی عادت نہ کریں کہ جمعہ بھی یوم عید ہے۔ جمعہ کی سب سے

بڑی فضیلت اور خصوصیت یہ ہے کہ جنتیوں کو اس دن دیدار الٰہی ہوتا رہے گا جو جنت کی سب سے بڑی اور بہترین نعمت ہے۔ اللہ سبحانہ ہم کو اور تمام برادران دین کو نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

لہولعب، فضولیات اور معاصی سے بچنا ضروری ہے، خصوصیت کے ساتھ اس کا لحاظ رکھیں۔ نمازیوں کی گردنوں پر سے پھلانگ کر آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں، شور نہ مچائیں۔ کسی کو ایذا نہ دیں۔ چھوٹے بچوں کو ساتھ نہ لائیں۔ وغیرہ۔

ساعت قبولیت | جمعہ میں ایک ساعت قبولیت کی ہے، یہ ایک لطیف ساعت ہے اس میں جو دعا کی جائے مستجاب ہوتی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ یہ ساعت کونسی ہے؟ اس باب میں (۳۵) اقوال ہیں۔ جن میں مشہور دو ہیں۔ جو حدیث شریف میں ہیں۔

(۱) حضرت کثیر بن عبداللہ مزنی رض اپنے والد سے اور وہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا، آپ فرماتے تھے:۔ فی الجمعۃ ساعۃ من النھار لا یسأل العبد فیھا شیئاً الّا اعطی مسئولہ قیل ای ساعۃ ھی قال ھی ان تقام الصلاۃ الی الانصراف فیھا۔ (ابن ابی شیبہ) جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ بندہ اس میں جو کچھ مانگتا ہے اس کی منہ مانگی مراد دی جاتی ہے۔ عرض کیا گیا کہ وہ کونسی ساعت ہے؟ ارشاد فرمایا کہ

نماز قائم ہونے سے لے کر اس سے فارغ ہونے تک"۔ اس کی تائید اور روایات سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ، حضرت ابن عباس، ابو ہریرہ، ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے معمولی اختلاف کے ساتھ مروی ہیں۔ کسی میں یہ ساعت اذاں کے بعد سے شروع ہونا بتلایا گیا ہے۔ کسی میں امام منبر پر چڑھنے کے بعد سے اور کسی میں نماز شروع ہونے کے ساتھ۔ بہرحال اذاں سے لے کر نماز ختم ہونے تک اگر کوئی مسجد میں مشغول عبادت رہے تو ان روایات کی رو سے ساعت اجابت کو پالیتا یقینی ہے۔

(۲) حضرت طاؤس رحؒ فرماتے ہیں:۔ ان الساعۃ التی ترجی فی الجمعۃ بعد العصر۔ (ابن ابی شیبہ) وہ ساعت جس میں دعا مستجاب ہونے کی امید کیجا سکتی ہے، وہ عصر کے بعد ہے"۔ یعنی غروب آفتاب تک۔ حضرت مجاہدؒ سے بھی یہی مروی ہے اس ساعت کی اہمیت اس بنا پر ہے کہ یہ وقت کاروبار میں مشغول رہنے کا ہے۔ جس کے باعث اکثر غفلت ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی بندۂ خدا مشغولیت کار کے باوجود اس مبارک ساعت کے دھیان میں رہے تو ان شاء اللہ یہ ساعت بھی اس کو مل سکتی ہے۔ اب برادران اسلام کا کام ہے کہ اللہ سبحانہ کے فضل کو ان ہر دو اوقات میں پابندی اور جستجو کے ساتھ بطور خاص تلاش کرتے رہیں تو بحکم جوئیدہ یابندہ

ساعت اجابت اس کو مل ہی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

ساعت قبولیت کی دُعا

ہلال بن یسارؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:۔ انّ فی الجمعۃ لساعۃ لایوافقھا رجل مسلم یسأل اللہ فیھا خیرا الّا اعطاہ فقال رجل یا رسول اللہ ماذا اسألہ قال سل اللہ العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ۔ (ابن ابی شیبہ)

جمعہ میں ایک ساعت ہے جس میں کوئی مسلمان اللہ سبحانہ سے طالب خیر ہو تو اس کی مراد مل کر رہے گی۔ اس پر ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اللہ سے اس وقت کیا درخواست کروں؟ تو ارشاد مبارک ہوا کہ اللہ سبحانہ سے درخواست کرو کہ دنیا و آخرت میں عافیت نصیب فرمائے۔" سبحان اللہ! امۃ مرحومہ پر کیا کیا عنایات ہیں کہ خود کو وہ امی اور ناواقف بتلا کر دریافت کرتی ہے کہ ہم کو مانگنا تک نہیں آتا آخر کیا مانگیں تو تلقین فرمائی جا رہی ہے کہ عافیت کی درخواست کرو کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں نصیب ہو۔ اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیئے؟ فداہ آباؤنا و امھاتنا وانفسنا اللھم انا نسألک العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ۔

اے اللہ! ہم آپ سے عافیت کے طالب ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

جمعہ کی وجہ تسمیہ

کہتے ہیں کہ عرب قدیم اس دن کو "عَروبہ" کہتے تھے۔ احادیث

شریفہ میں بھی اس کا ذکر ہے جس کے معنی ظہور اور محبت کے ہیں۔ کعب بن لوئی نے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں ہیں اس کا نام "جمعہ" رکھا اس بنا پر کہ اس دن تمام قریش نے آپ کی سیادت پر اتفاق کیا تھا اور سب آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوئے تھے۔ اللہ سبحانہ کو بھی یہی نام پسند آیا چنانچہ قرآن کریم میں اس دن کا نام یہی قرار دیا گیا۔ اور اقطارِ عالم میں جہاں کہیں مسلمان رہتے بستے ہیں اپنے شہروں اور بستیوں میں ایک جگہ جمع ہو کر عبادت کرنے کا حکم فرمایا۔ جس سے شانِ اسلام ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ خداوند تعالیٰ شانہ کو بہت پسند ہے اور جمعہ ترک کرنے کی مذمت وارد ہوئی ہے۔

ترک جمعہ کی مذمت حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال انّ اللہ افترض علیکم جمعۃ فی مقامی ھذا فی یومی ھذا فی شہری ھذا فی عامی ھذا الی یوم القیامۃ فمن ترکھا استخفافاً بھا او جحوداً لھا فلا جمع اللہ لہ شملہ ولا بارک لہ فی امرہ الا ولا صلاۃ لہ ولا زکاۃ لہ ولا حجّ لہ ولا صوم لہ ولا برکۃ لہ حتّی یتوب فمن تاب تاب اللہ علیہ۔ (ابن ماجہ) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خطبہ دیا تو اس میں فرمایا:۔

یقین جانو! اللہ سبحانہ تعالیٰ نے جمعہ تم پر
فرض کیا ہے۔ میرے کھڑے ہونے کی اس جگہ، اس
دن، اس مہینے، اس سال سے لے کر روز قیامت تک۔
لہٰذا جو کوئی شخص اس کو خفیف جان کر یا اس کا انکار کرکے
اس کو چھوڑ بیٹھے تو خدا اس کی پریشانی کو کبھی خاطر جمعی
سے نہ بدلے، نہ اس کے کسی کام میں برکت دے۔
آگاہ رہو اس کی کوئی نماز قبول نہیں، نہ اس کی زکاۃ
نہ اس کا حج، نہ اس کا روزہ، نہ اس کو برکت نصیب ہوگی
تا آں کہ وہ تائب نہ ہو۔ ہاں توبہ کرلے تو اس کی توبہ کو
اللہ سبحانہ قبول فرمالے گا۔"

حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لکڑی کے منبر پر قیام کرکے آپ نے یہ بھی فرمایا:۔ لینتھین اقوام عن ترک الجمعۃ والجماعات اولیطمسن اللہ علی قلوبھم ولیکتبن من الغافلین۔ (ابن ابی شیبہ) لوگ جمعہ اور جماعتوں کو چھوڑنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ سبحانہ ان کے دلوں کی روشنی کو مٹا دے گا اور ان کا نام غافلوں کی فہرست میں لکھ دے گا۔"

حضرت ابو جعد ضمری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور انور علیہ صلوات الجلیل الاکبر نے فرمایا: — من ترک الجمعۃ ثلاثا من غیر عذر، فھو منافق۔ (امام احمدؒ، ابن حبانؒ) جس نے متواتر تین جمعے بلا عذر چھوڑ دیئے وہ منافق ہے"۔ اللہ اکبر۔ کیسی سخت وعید ہے۔ اللہ سبحانہ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

بعض شبہات کا ازالہ حضرت میمون بن ابی شبیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حجاج بن یوسف کی حکومت تھی۔ جمعہ آیا اور میں نے جمعہ میں حاضری دینے کی تیاری کر لی۔ پھر خیال کیا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ کیا اس ظالم کے پیچھے نماز پڑھنے کیلئے؟ اب میں متردد رہا۔ کبھی کہتا کہ جاؤں گا اور کبھی کہتا کہ کیا جانا؟ بالآخر جانے کا فیصلہ ہی کر لیا۔ ساتھ ہی ہاتف غیبی نے ندا کی۔ اس کی آواز گھر کے ایک گوشہ سے یوں آ رہی تھی: یایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلاۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ (ابن ابی شیبہ، ابن المنذر) اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان کہہ دی جائے تو اللہ کی یاد میں چل نکلو"۔

برادران اسلام! عبرت کا مقام ہے۔ کبھی اسی نوع کے شکوک واوہام دل میں پیدا ہوتے ہیں کہ فلاں امام یا فلاں خطیب ایسا ہے ویسا ہے اس کے ساتھ کیا نماز پڑھیں؟ دراصل یہ وساوس وخطرات ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کا حکم شریف ہے : صلّوا خلف کل برّ و فاجر۔ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو" (جماعت نہ چھوڑو) جماعت سے الگ رہو گے تو شیطان کے دام میں پھنس جاؤ گے۔ مبادا کہ شیطان کا شکار ہو جاؤ۔ اہل السنۃ والجماعۃ کہتے ہی ہیں ان کو جو سنت نبوی پر چلتے اور جماعت مسلمین کا ساتھ دیتے ہیں۔ جماعت مسلمین کا ساتھ دینا بھی سنت نبوی ہی کی تعمیل میں ہے۔ اس کو چھوڑ دو گے تو کہیں کے نہ رہو گے۔ الحذر ثم الحذر۔

نماز جمعہ کی ابتدا ارباب سیر نے لکھا ہے اور احادیث شریفہ میں بھی آیا ہے کہ مسلمان جب تک مکہ مکرمہ میں تھے کبھی جمعہ ادا کرنے کی نوبت نہ آئی۔ جب ہجرت کر کے لوگ مدینے آئے تو انصارؓ نے کہا کہ یہود و نصاریٰ سنیچر اور اتوار کو ہر ہفتہ عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ ہم بھی جمع ہوں اور عبادت اجتماعی طور پر کریں۔ چنانچہ سب مسلمان حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پر جمع ہوئے اور اس وقت تک حضرت سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام صادر ہو چکا تھا۔ جو ہجرت کر کے مدینہ پہنچ چکے تھے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں :۔

اذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الجمعۃ قبل ان یھاجر ولم یستطع ان یجمع

بمکۃ. فکتب الی مصعب بن عمیر امّا بعد فانظر الیوم الذی تجہر فیہ الیہود بالزبور فاجمعوا نساء کم وابناء کم فاذا امال النہار عن شطرہ عند الزوال من یوم الجمعۃ فتقرّبوا الی اللہ برکعتین قال فھو اوّل من جمع۔ (دارقطنی) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمانے سے پیشتر ہی جمعہ قائم کرنے کی اجازت صادر فرمادی تھی اور خود آپ مکہ مکرمہ میں اس کو قائم نہ فرماسکے۔ چنانچہ آپ نے مصعب بن عمیرؓ کے نام (جو مدینہ کو ہجرت کر چکے تھے) فرمان مبارک بھیج دیا جس میں حمد وصلاۃ کے بعد لکھا ہوا تھا کہ اس دن (شنبہ) کا انتظار کرو جس میں یہود زبور (تورات شریف) جہراً پڑھتے ہیں (اس سے ایک دن پیشتر (جمعہ) اپنی عورتوں اور بچوں کو جمع کرو۔ جب جمعہ کے دن آفتاب زوال کے وقت نصف النہار پر آکر ڈھل جائے تو دو رکعت نماز کے ذریعہ تقرب الی اللہ حاصل کیا کرو۔ چنانچہ تمام مسلمانوں میں مصعب بن عمیرؓ ہی وہ شخص ہیں جنھوں نے سب سے پہلے جمعہ ادا کیا۔"

حضور کا پہلا جمعہ پھر وہ مبارک موقعہ آیا کہ خود حضرت سید الکائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات رونق بخش مدینہ منورہ ہوئے۔ حضرت زبیر بن العوامؓ جو مسلمانوں کے تجارت پیشہ قافلہ کو شام سے لا رہے تھے راستہ میں آپ کے ساتھ ہو گئے اور حضور اکرم

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے سفید پارچے پیش کئے۔ ارباب سیر لکھتے ہیں کہ آپ کی رونق افروزی ۸ ربیع الاول ۱ھ روز دوشنبہ کو بوقت چاشت عمل میں آئی۔ مقام قبا میں جس کو مدینہ قدیمہ کہتے ہیں اقامت فرمائی۔ پنجشنبہ تک یہیں قیام فرمارہے۔ اس اثنا میں مسجد قبا کی بنیاد رکھی۔ جمعہ کے دن مدینہ منورہ کا قصد فرمایا۔ بنی سالم بن عوف کے بطن وادی میں جمعہ کا وقت آیا صحابہ کرام نے اس جگہ کو صاف کرکے نماز کے قابل بنا دیا۔ اسی جگہ حضرت شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو امانتوں کی واپسی کے لئے بحکم نبوی مکہ مکرمہ میں ٹھہر گئے تھے۔ پاپیادہ سفر کرتے ہوئے پہنچ گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آملے۔ حضور انورؐ نے وہاں جمعہ ادا فرمایا اور خطبہ دیا۔ یہ ہجرت شریفہ کے بعد کا پہلا جمعہ تھا جو حضور سید عالمؐ کے ساتھ ادا کرنے کا مسلمانوں کو موقع مل سکا۔ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں:— رکب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ من قبا فمرّ علی بنی سالم فصلّی فیھم الجمعۃ ببنی سالم وھو المسجد الذی فی بطن الوادی وکانت اول جمعۃ صلاّھا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ (زبیر بن بکار فی اخبار المدینہ) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن قبا سے سوار ہوکر (جانب مدینہ منورہ) روانہ ہوئے۔ بنی سالم پر گزر ہوا تو آپ نے ان ہی

قبیلہ بنی سالم والوں کے ساتھ جمعہ ادا فرمایا۔ یہ وہی مبارک مقام ہے جہاں بطنِ وادی میں اب مسجد بنی ہوئی ہے۔ یہ پہلا جمعہ تھا جس کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا فرمایا۔" اس وقت تک نہ سورۂ جمعہ نازل ہوا تھا اور نہ نمازوں کے لئے اذاں کہی جاتی تھی۔ وقت دیکھ کر لوگ جمع ہو جاتے تھے۔

حضورِ اکرم کا پہلا خطبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جمعہ میں جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ حسب ذیل تھا:—

الحمد للہ احمدہٗ واستعینہٗ	ساری حمد و ستایش اللہ کے لئے ہے۔ میں اس کی حمد کرتا
استغفرہٗ واستھدیہ واومن بہٖ	اور اسی سے مدد، بخشش اور ہدایت چاہتا ہوں
ولا اکفرہٗ واعادی من یکفرہٗ	اسی پر میرا ایمان ہے اور اس کے منکر سے دشمنی رکھتا
واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ	ہوں میری شہادت یہ ہے کہ اللہ کے سوا عبادت کا
لا شریک لہٗ وان محمدا عبدہٗ	کوئی مستحق نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں
ورسولہٗ ارسلہ بالھدیٰ والنور	محمد اس کا بندہ اور رسول ہے جس کو اللہ نے ہدایت
والموعظۃ علیٰ فترۃ من الرسل	نور اور نصیحت کے ساتھ ایسے زمانہ میں بھیجا
وقلۃ من العلم وضلالۃ من الناس	جبکہ مدتوں سے رسول دنیا پر نہ آئے تھے۔ علم
وانقطاع من الزمان ودنو من الساعۃ	گھٹ گیا اور گمراہی بڑھ گئی تھی۔ آخری زمانے میں

وقرب من الاجل من يطع الله ورسوله	قیامت کے قریب اور موت کی نزدیکی کے وقت
فقد رشد ومن يعصهما فقد غوى	بھیجا ہے جس کسی نے خدا اور رسول کی اطاعت کی اس نے
وفرط وضل ضلالا بعيدا واوصيكم	ہدایت پائی۔ اور جس نے ان کا حکم نہ مانا وہ
بتقوى الله فانه خير ما اوصى به	بھٹک گیا اور درجہ سے گر گیا اور سخت گمراہی میں
المسلم المسلم ان يحضه على الآخرة	پھنس گیا۔ مسلمانو! میں تم کو تقوی اللہ کی وصیت
وان يأمره بتقوى الله فاحذروا	کرتا ہوں بہترین وصیت جو ایک مسلمان دوسرے
ما حذركم الله من نفسه ولا	مسلمان کو کر سکتا ہے یہ ہے کہ اُسے آخرت کیلئے
افضل من ذلك نصيحة ولا افضل	آمادہ کرے اور اللہ سے ڈرنے کیلئے کہے لوگو!
من ذلك ذكرا وان تقوى الله لمن	جن باتوں سے اللہ نے تمہیں پرہیز کرنے کو فرمایا
عمل على وجل ومخافة من ربه عون	ہے ان سے بچتے رہو اس سے بڑھ کر نہ کوئی نصیحت
صدق على ما تبتغون من امر الآخرة	ہے اور نہ ذکر۔ یاد رکھو کہ امور آخرت کے بارے میں
ومن يصلح الذي بينه وبين الله	جو خدا سے ڈر کر کام کر رہا ہے تقوی اس کا بہترین
من امره في السر والعلانية لا ينوي	مددگار ہوگا۔ اور جو کوئی اپنے اور اللہ کے درمیان کا
بذلك الا وجه الله يكن له ذكرا	معاملہ کھلا اور چھپا درست کرلیگا اور اس میں
في عاجل امره وذخرا فيما بعد الموت	اس کی نیت خالص ہوگی تو یہ دنیا میں اس کی

حین یفتقر المرء الی ما قدمہ وما کان
سوی ذلک یود لو ان بینہ وبینہا
امدا بعیدا ویحذرکم اللہ نفسہ
واللہ رءوف بالعباد والذی صدق
قولہ وانجز وعدہ لا خلف لذلک
فانہ یقول عز وجل ما یبدل
القول لدی وما انا بظلام للعبید
فاتقوا اللہ فی عاجل امرکم وآجلہ
فی السر والعلانیۃ فانہ من یتق اللہ
یکفر عنہ سیئاتہ ویعظم لہ اجرا
ومن یتق اللہ فقد فاز فوزا عظیما
وان تقوی اللہ یوقی مقتہ و
یوقی عقوبتہ ویوقی سخطہ وان
تقوی اللہ تبیض الوجوہ وترضی
الرب وترفع الدرجۃ

یادگار رہا اور آخرت میں اس کا ذخیرہ خیر ہوگا۔ ورنہ
انسان پسند کریگا کہ اس کے اعمال اس سے دور ہی
رہیں۔ خدا تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور خدا تو
اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے جس کا قول
سچا اور جس کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے اس کا
خلاف نہیں ہو سکتا چنانچہ خدائے عزوجل کا
ارشاد ہے:۔ ہمارے ہاں بات نہیں بدلتی
اور ہم اپنے بندوں پر کچھ بھی ظلم روا نہیں رکھتے
مسلمانو! اپنے موجودہ اور آئندہ ظاہر اور پوشیدہ
کاموں میں خوف خدا کو پیش نظر رکھو کیونکہ تقویٰ
والوں کی برائیوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے اور
اجر بڑھا دیا جاتا ہے جس نے اللہ کے آگے تقویٰ
اختیار کیا وہ بڑی مراد کو پہنچا۔ اللہ سبحانہ کی
ناراضی، عذاب اور غضب کو تقویٰ ہی دور کر سکتا ہے
اور تقویٰ ہی ہے جو چہرے کو روشن پروردگار کو

خذ واحظكم ولا تفرطوا في جنب الله	خوشنود اور درجے بلند کرتا ہے۔ مسلمانو! دل کھول کر حصہ لو
قد علمكم الله كتابه ونهج لكم سبيله	حقوق اللہ کی ادائی میں کمی کوتاہی نہ کرو۔ اللہ نے اسی لیے تم کو
ليعلم الذين صدقوا ويعلم الكاذبين	کتاب کی تعلیم دی ہے اور اپنی راہ بتائی ہے کہ سچوں اور جھوٹوں کو
فاحسنوا كما احسن الله اليكم	الگ الگ کر دیا جائے۔ لوگو! اللہ سبحانہ نے تمہارے ساتھ اچھا
وعادوا اعداء الله وجاهدوا	برتاؤ کیا ہے تم بھی لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور دشمنان
في الله حق جهاده هو اجتبكم	خدا کو اپنا دشمن سمجھو۔ نیز راہ خدا میں پوری ہمت اور
وسماكم المسلمين ليهلك من هلك	توجہ سے کوشش کیے جاؤ اسی نے تمہارا انتخاب کیا اور تمہارا
عن بينة ويحيى من حي عن بينة	نام مسلمان رکھا تاکہ ہلاک ہونیوالا روشن دلائل پر ہلاک ہو
ولا قوة الا بالله واذكروا الله و	اور زندگی پانے والا بھی روشن دلائل پر زندگی پائے۔ نیکیاں
اعملوا لما بعد اليوم فانه من يصلح	اللہ کی مدد سے ہیں۔ لوگو! یاد الٰہی میں ہو اور آنے والی زندگی کا
ما بينه وبين الله يكفه الله ما بينه	سامان کرو کیونکہ جو کوئی اپنے اور خدا کے درمیان کا معاملہ درست کر لیتا ہے تو
وبين الناس ذلك بان الله يقضي	اللہ سبحانہ اس کے اور لوگوں کے درمیان کے معاملات کو درست کر دیتا ہے وہ
على الناس ولا يقضون عليه	بندوں پر اپنا حکم چلاتا ہے اس پر کسی کا حکم چل نہیں سکتا۔ خدا تمام بندوں کا
ويملك من الناس ولا يملكون منه	مالک ہے ان پر اقتدار رکھتا ہے اور بندوں کو اس پر کچھ اختیار نہیں۔ الغرض
الله اكبر ولا قوة الا بالله العظيم (طبري)	سب سے بڑا ہے اور ہم کو نیکی کی طاقت عظمت والے خدا سے ہی ملتی ہے "

اذانِ جمعہ حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں:۔ کان النداء الذی ذکر اللہ فی القرآن یوم الجمعۃ فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمر و عامۃ خلافۃ عثمان ان ینادی المنادی اذا جلس الامام علی المنبر فلما تباعدت المساکن وکثر الناس احدث النداء الاول فلم یعب الناس ذلک علیہ۔ (عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن مردویہ) اللہ سبحانہ نے قرآن کریم میں جمعہ کی جس اذان کا ذکر فرمایا ہے وہ زمانہ مبارکِ رسالت اور حضرت ابوبکر و عمر اور حضرت عثمان کے اکثر زمانہ خلافت میں وہی اذان تھی جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد کہی جاتی ہے۔ پھر جب مکانات دور دور تک پھیل گئے اور مردم شماری میں معقول اضافہ ہو گیا تو حضرت عثمانؓ نے اذان اول کا اضافہ فرمایا۔ صحابہ کرام نے اس جدید عمل پر کسی قسم کی نکتہ چینی نہیں کی۔"

اذان اول کی ابتدا یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ اذان محض دعوت نماز دینے کے لئے ہے۔ آبادی کم تھی تو ایک ہی اذان کافی سمجھی جاتی تھی۔ خلافت فاروقی کے مقابلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتوحات بہت زیادہ تھے، کابل (افغانستان) تک مسلمان پہنچ چکے تھے جن میں صحابۂ کرام بھی تھے۔ ان حالات میں ظاہر ہے کہ مدینہ طیبہ کی آبادی بھی دور دور تک پھیل گئی ہوگی۔ پھر ایک اذان جمعہ کے دن

کس طرح کفایت کرتی؟ ان ہی اسباب کے مدنظر حضرت عثمانؓ نے ایک اذاں اور اضافہ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ صحابہ کرامؓ بھی آپ کی مصلحت مبنی کو سمجھ گئے اس میں نہ کسی اعتراض کی بات تھی اور نہ کوئی اعتراض ہوا۔ بلکہ اجماع سکوتی ہو گیا۔ یہ اذاں مقام زوراء پر ہوتی تھی۔ جو امام کے منبر پر آنے سے پیشتر کہی جاتی ہے۔

اذانِ اول کے احکام ارشاد باری ہو رہا ہے:۔ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کی اذاں کہی جائے تو اللہ کی یاد کی طرف چل پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو تمہارے حق میں یہی بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔" خرید و فروخت کو جس اذاں کے سنتے ہی چھوڑنے کا حکم ہے وہ اسی اذاں سے متعلق تھا جو عہد مبارک رسالت میں تھی۔ اس کے بعد جب جدید اذاں اس سے پہلے کہی جانے لگی تو وہ حکم اس جدید اذاں سے بھی متعلق ہو گیا۔ کیوں کہ ہر دو اذانوں کی علت غائی ایک ہی ہے یعنی دعوت نماز و ذکر اللہ۔ اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ علت مشترکہ کا حکم بھی مشترک ہوتا ہے صرف اس قدر فرق رہ جاتا ہے کہ پہلا حکم منصوص و قطعی ہے۔ اور دوسرا اجتہادی قیاسی اور ظنی۔ عملی اعتبار سے دونوں واجب العمل البتہ اعتقادی حیثیت سے فرق یہ ہوگا کہ

حکم منصوص کا منکر کافر ہوگا اور ظنی کا منکر فاسق اور مبتدع۔ اعاذنا اللہ من ذلک۔

مصالح مرسلہ اور خلفائے راشدین

دراصل یہ "مصالح مرسلہ" ہیں جن کا تصفیہ خلفائے راشدین ہی فرما سکتے ہیں۔ حضرت شارع علیہ السلام نے بعض امور کو حضرات خلفائے راشدین کی صوابدید پر محول فرما دیا ہے اور یہ حکم نبوی صادر ہوا۔

علیکم بسنّتی و سنّۃ الخلفآء الراشدین المھدیّین من بعدی۔

تم پر میری سنت اور میرے بعد جو خلفائے راشدین مہدیین ہوں گے ان کی سنت کا بھی اتباع لازم ہے۔" جمع قرآن عہد صدیقی میں، تراویح عہد فاروقی میں، اذان جمعہ عہد عثمانی میں اور تحکیم (ثالثی) عہد مرتضوی میں۔ یہ سب مصالح مرسلہ ہی ہیں جو ان حضرات گرامی کی یادگاریں ہیں۔ یہیں سے خلفائے راشدین کا مرتبہ امت مرحومہ میں کیا ہے وہ معلوم ہو سکتا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاہم عنا۔

حاضری جمعہ کا مستحب طریقہ

مستحب تو یہ ہے کہ نماز جمعہ کیلئے جہاں تک ہو سکے جلد نہا دھو کے، تبدیل لباس کر کے، سکون و اطمینان اور وقار کے ساتھ سویرے ہی روانہ ہو جائیں۔ ایسا کرنے والوں کی فضیلت یہ ہے کہ گویا اس نے اونٹ کی قربانی دی۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو دوسری ساعت میں جائیں، ان کو گائے کی قربانی کا اجر ملیگا یہ بھی نہ ہو سکے تو تیسری ساعت میں جائیں۔ یہ ایسے ہیں گویا بکری کی قربانی دی۔

یہ بھی نہ ہو تو چوتھی ساعت میں جائیں جن کو مرغی کی قربانی کا ثواب ملیگا۔ یہ بھی نہ ہو تو پانچویں ساعت میں حاضری دیں جس کا ثواب انڈے کی قربانی کے برابر ہے۔ یہ بھی نہ ہو تو چھٹی ساعت میں جائیں جس میں اذاں کہی جاتی ہے اور تمام کاروبار بند کردئے جاتے ہیں۔ اس ساعت میں آنے والوں کی صرف حاضری لکھ لی جاتی ہے۔ اس کے بعد جب امام منبر پر آجائے اور خطبہ شروع ہو تو حدیث شریف میں آیا ہے کہ ملائکہ کرام جو حاضری لکھنے کے لئے مامور ہیں طوواصحفھم اپنا دفتر لپیٹ لیتے اور مسجد کے دروازے پر سے اٹھکر خطبہ سننے کے لئے امام کے پاس آجاتے ہیں جو لوگ اس کے بعد آتے ہیں ان کی حاضری نہیں لکھی جاسکتی۔

خطبہ کے احکام پھر حکم یہ ہے کہ امام خطبہ دے تو اس کو خاموشی کے ساتھ سنتے رہیں۔ آپس میں بات چیت نہ کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ من تکلّم فیھا فقد لغا۔ جس نے دوران خطبہ میں کلام کیا اس نے لغویت کی" نیز اس حالت میں اگر کوئی کسی کو لغویت سے منع کیا تو اس کی نسبت آیا ہے ومن قال لغوت فقد لغا۔ تو ایسا منع کرنے والے نے بھی لغویت کی " مطلب یہ کہ زبان سے نہ کہے۔ اگر روکنا ہی منظور ہے تو اشارہ کردے۔ یہ بھی آیا ہے: — ومن لغا فلاجمعۃ لہ۔ اور جس کسی نے دوران خطبہ میں کوئی لغو حرکت کی اس کے جمعہ کا

ثواب جاتا رہا"۔ جیسے بحالت نماز کسی سے کلام نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح خطبہ میں بھی کلام جائز نہیں ہے۔

برادرانِ اسلام! ان احکام کو خوب سمجھ لیں اور وقت پر ان کا لحاظ رکھیں۔ واللہ الموفق۔

ذکر اللہ کی تفسیر ذکر اللہ کیا ہے۔ خطبہ جس میں اللہ سبحانہ کی حمد و ثنا، حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم پر درود شریف، کلمہ شہادت، کسی ایک آیہ کریمہ کی تلاوت، مسلمانوں کو نصیحت، جو مناسب حال ہو۔ نیز کوئی حدیث شریف اور اسکی توضیح و تشریح۔ اسی طرح خطبہ ثانیہ میں، حمد و ثنا، درود و سلام کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرات خلفاء راشدین رض، اہل بیت اطہار ع، صحابہ کرام رض، ان کے تابعین صالحین رض کا اجمالی ذکر نیز ان کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعائے خیر، گویا ان کی مبارک خدمات کا اعتراف یہ سب ذکر اللہ ہیں۔ بادشاہ وقت کیلئے دعا بھی اسی میں داخل ہے۔ اس کے ماسوا ظالم حکام کا ذکر کرنا، ان کو اچھے القاب سے یاد کرنا، ان کی مدح سرائی کرنا، ان کی حکومت برقرار رہنے کی دعائیں مانگنا درست نہیں کیونکہ وہ اس کے مستحق نہیں، بلکہ وہ اس قابل ہیں کہ ان سے اللہ کی پناہ مانگی جائے۔ ان امور کا شمار ذکر اللہ میں نہ ہوگا۔ لہٰذا خطبہ کو ایسے امور شنیعہ سے

پاک صاف رکھا جانا چاہیئے۔ الغرض خطبہ ذکر اللہ ہے۔ اللہ کا ذکر، یا اللہ والوں کا ذکر، کتاب اللہ کی باتیں، احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و تذکرہ صالحین اور نصیحت و دعا جس میں مسلمانوں کا نفع ہی نفع ہے۔ ہر ہفتہ بھی اس کی یاد تازہ کی جاتی رہے تو مسلمان ترقی کر سکتے اور فوز و فلاح دارین حاصل کر سکتے ہیں۔

وَذَرُوا الْبَيْعَ کی تفسیر حافظ حدیث ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاءؒ سے دریافت کیا کہ اذان اول کے بعد صرف خرید و فروخت ہی حرام ہو جاتی ہے یا اس کے سوا اور بھی کاروبار ہیں؟ آپ نے فرمایا:۔ اذا نودی بالاولی حرم اللھو والبیع والصناعات کلھا ھی بمنزلۃ البیع والرقاد وان یأتی الرجل اھلہ وان یکتب کتابا۔ جب اذان اول کہی جائے تو فضول کاروبار خرید و فروخت سب حرام ہو جاتے ہیں۔ اور صنعت و حرفت، پیشے، کاروبار سب بمنزلہ بیع ہیں۔ نیز اس وقت سونا، اپنی بی بی کے پاس جانا، یا کچھ لکھنا وغیرہ" سب چھوڑ دینا چاہیئے۔ میں نے دریافت کیا کہ اس وقت کیا نماز کے لئے نکل جانا ہی واجب ہے؟ تو فرمایا۔ ہاں۔ میں نے سوال کیا کہ یہ حکم کیا اذا نودی للصلوۃ کی آیہ کریمہ ہی سے مستنبط ہوتا ہے؟ تو فرمایا۔ نعم فلیدع حینئذ کل شیئ ولیرح (عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر) ہاں (اسی آیہ کریمہ سے

یہ حکم نکلتا ہے کہ) اس وقت انسان سارے کاروبار چھوڑ کر نماز کے لئے روانہ ہوجائے۔

عہد فاروقی کا ایک واقعہ ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ دیری ہوگئی مسجد نبوی میں حاضر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دے رہے تھے حضرت عثمان کو دیکھ کر فرمایا:۔ ایّھا النّاس ایۃ ساعۃ ھذہ لوگو! یہ کونسا وقت ہے؟ حضرت عثمانؓ نے عرض کیا۔ امیرالمومنین! میں کسی کام میں لگا ہوا تھا۔ اتنے میں اذان سنی تو ساتھ ہی وضو کرکے فوراً چلا آیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ گو وضو ہی کیوں نہ ہو" مطلب یہ کہ وضو اذان کے بعد کیوں؟ وضو وغسل وغیرہ سے پیشتر ہی کیوں فراغت نہ حاصل کی۔ اس واقعہ میں ہم مسلمانوں کے لئے سبق ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے:۔

ذلکم خیر لکم کی تفسیر ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ "یہی تمھارے لئے بہتر ہے اگر تم کو سمجھ ہے" مطلب یہ ہے کہ لوگ اپنے مشاغل خانگی یعنی تجارت، زراعت، صنعت وحرفت، ملازمت ہی کو سب کچھ سمجھے ہوئے ہیں، یہ خیال درست نہیں۔ ذکر اللہ ان سب سے اہم تر ہے مگر اس کی اہمیت سمجھدار لوگ ہی دریافت کرسکتے ہیں۔ ناسمجھ کیا جانیں۔ ہم کو چاہیئے کہ خدا ورسول کے حکم کو مان لیں۔ اور بے چون وچرا تعمیل کے لئے کھڑے ہوجائیں۔ اسی طرح نمازِ جمعہ

جو ابتدا تا انتہا ذکر ہی ذکر ہے خطبہ اور نماز کی کما حقہ پابندی کرلیں تو ذکر کثیر جس کا بیان آگے آرہا ہے اس کی توفیق بھی ان شاء اللہ نصیب ہوگی ۔

2- فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا
مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○

پھر جب تمام ہوچکے نماز تو پھیل جاؤ زمین میں اور ڈھونڈو فضل اللہ کا اور یاد کرو اللہ کو بہت، تاکہ تمہارا بھلا ہو۔"

فانتشروا کی تفسیر | اذان جمعہ کے ساتھ ہی جو پابندیاں عائد حال ہوئی تھیں، نماز کے ختم پر وہ سب برخاست ہوچکیں۔ اب مسلمان آزاد ہیں خواہ مسجد ہی میں ٹھہرے رہیں، اگر وہاں مجلس وعظ یا درس وغیرہ ہو رہا ہو تو اس میں شرکت کریں۔ یا وہاں سے برخاست کرکے کوئی کار خیر انجام دیں یا اپنے روزمرہ کے مشاغل میں مشغول ہوجائیں۔ فَانْتَشِرُوا کا حکم عام ہے اصولیین فرماتے ہیں کہ یہ امر اباحت ہے۔ ہر مباح کام نماز کے بعد کیا جاسکتا ہے۔ انسان جو چاہے کرے۔

فضل اللہ کی تفسیر | حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ــ لم یؤمروا بشیئ من طلب الدنیا انما ھو عیادة مریض، وحضور جنازة

وزیارۃ اخ فی اللہ ۔ (ابن مردویہ) کچھ دنیا طلبی کا حکم ہی خصوصیت کے ساتھ نہیں دیا گیا ہے۔ کسی کی بیمارپرسی کسی جنازے کی شرکت' اہل اللہ کی ملاقات' سب کچھ مراد ہے"۔ حضرت انسؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:ؔ

یک زمانے صحبتے با اولیا　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

علمائے عاملین اور مشائخ کاملین جن سے زمانہ خالی نہیں ان کی صحبت کم از کم ہفتہ میں ایک بار غنیمت ہے اگرچہ تھوڑی دیر کے لئے رہے یہی اپنے دور کے اولیاء ہیں۔ ان کی قدر کیجئے اور ان سے کچھ نہ کچھ سیکھئے۔ اگر کوئی نہ ملے تو کسی دینی کتاب کا مطالعہ ہی کر لیجئے۔ اگر پڑھنا نہ جانتے ہوں تو کسی سے پڑھا کر سن لیا کریں۔

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ من صلّی الجمعۃ فصام یومہ وعاد مریضا وشھد جنازۃ وشھد نکاحا وجبت لہ الجنّۃ ۔ (طبرانی) جس نے نماز جمعہ ادا کی' اس دن روزہ رکھا' بیمار کی عیادت کی' کسی جنازے میں شریک ہوا' اور کسی نکاح میں بھی شرکت کی تو اس کے لئے جنت واجب ہو گئی"۔ ان چار کاموں کا جمع ہو جانا کوئی مستبعد امر نہیں ہے۔ ایسے کارہائے خیر میں حصہ لینے کی عادت رکھی جائے تو یہ چار دن کام

جمع ہو جاتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ایسا اتفاق عہد مبارک رسالت ہی میں ہوا ہے۔ ہم آپ بھی سعی کریں تو ان شاء اللہ نصیب ہو سکتا ہے۔ وما ذٰلک علی اللّٰہ بعزیز۔

عبداللہ بن بشر رضؓ کا عملدرآمد

حضرت عبداللہ بن بشر مازنی رضؓ کی عادت تھی کہ نماز جمعہ سے فارغ ہوتے ہی مسجد سے باہر آکر بازار کا ایک چکر لگاتے۔ پھر مسجد میں حاضر ہو کر نوافل میں مشغول ہو جاتے۔ دریافت کیا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمایا کہ میں نے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا عمل کرتے دیکھا ہے۔ پھر یہ آیۂ کریمہ تلاوت فرمائی:۔ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ

(ابو عبید، ابن المنذر، طبرانی، ابن مردویہ) حضرت سعید بن جبیر رضؓ فرماتے ہیں:۔ اذا انصرفت یوم الجمعۃ فاخرج الی باب المسجد فساوم بالشیئ وان لم تشترہ (ابن المنذر) جب جمعہ سے فارغ ہو کر جانے لگو تو مسجد کے دروازے پر آن کر کسی چیز کا نرخ دریافت کر لیا کرو گو اس کی خریدی منظور نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے جب نماز جمعہ کے بعد اس کے فضل کی تلاش کا حکم دیا ہے تو اس کی تعمیل ضرور کی جانی چاہئے۔ ہم کیا جانیں کہ اللہ کا فضل کہاں مقدر ہے؟

ذکر کثیر کی تفسیر

دوسرا حکم اس آیۂ کریمہ میں یہ ہے:۔ واذکروا اللّٰہ کثیرا۔

اور اللہ کی یاد کثرت سے کیا کرو۔" عموماً دیکھا جاتا ہے کہ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر لوگ
اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں گو اس کی ممانعت نہیں لیکن ذکر کثیر کی تاکید اس
آیہ کریمہ میں جو کی گئی ہے اس سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اسی غفلت کا نتیجہ ہے کہ
بعض دفعہ لوگ لہو لعب بلکہ منہیات کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اگر ذکر کثیر کا حکم پیش نظر
ہوتا تو یہ صورت نمودار نہ ہوتی۔ ساعت اجابت جو جمعہ کے دن بتائی گئی ہے
اس کی تلاش بھی ضروری ہے۔ اگر اس حکم کی تعمیل کی جائے تو اس سعادت کا حصول بھی
مستبعد نہ ہوگا۔ واللہ الموفق۔ اپنے روزمرہ کے کام نماز کے بعد ضرور انجام دیجیے
مگر یادِ الٰہی کے ساتھ۔ اس طرح کہ دل بیار و دست بکار، جو کام ہو اللہ سبحانہ کے
حکم اور اس کی مرضی کے مطابق، چندے اس پر عمل کرکے دیکھئے تو کہ اس کے کیسے مفید
نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ اللہ سبحانہ کا وعدہ ہے۔ یقیناً
پورا ہو کر رہے گا۔ انّ اللہ لا یخلف المیعاد۔ بہرحال ذکر کثیر سے یہاں مراد
اللہ سبحانہ کی طاعت ہے۔ یعنی ہر کام مرضی الٰہی کے مطابق کرنا خواہ زبان ساکت رہے
اور اگر خلاف شرع کام کیا جا رہا ہے تو وہ ذکر نہیں اگرچہ زبان پر تسبیح و تہلیل ہو

از ذکر خدا مباش یک دم غافل کز ذکر بود خیر دو عالم حاصل
ذکر است کہ اہل شوق را در ہمہ حال آسایش جاں باشد و آرامش دل

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا 2-11
قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝ ع ۲/۱۲

اور جب دیکھیں سودا بکتا یا کچھ تماشا ٹوٹ پڑیں اس کی طرف، اور آپ کو چھوڑ جائیں کھڑا، آپ کہہ دیجئے کہ جو اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر ہے تماشے سے اور سوداگری سے اور اللہ بہتر روزی دینے والا ہے۔"

شانِ نزول حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضؓ فرماتے ہیں:۔ بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب یوم الجمعۃ قائما اذ قدمت عیر المدینۃ فابتدرھا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتّٰی لم یبق منھم الّا اثنا عشر رجلا انا فیھم وابو بکر وعمر فانزل اللہ واذا رأوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا الی آخر السورۃ (سعید بن منصور، ابن سعد، ابن ابی شیبہ، امام احمدؒ، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن مردویہ، بیہقی) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن قیام فرمائے ہوئے خطبہ دے رہے تھے اتنے میں ایک تجارتی قافلہ مدینے آیا، اس کے آتے ہی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب جلدی سے وہاں چل پڑے۔ صرف بارہ آدمی رہ گئے جن میں میں بھی تھا اور ابو بکر رضؓ وعمر رضؓ۔ اس وقت اللہ سبحانہٗ نے واذا

رأوا تجارۃ کی آیتہ کریمہ نازل فرمائی۔" دوسری روایات میں یہ بھی تصریح ہے کہ ان دنوں غلہ میسر نہیں ہو رہا تھا۔ شام سے دحیہ کلبی کا قافلہ غلہ وغیرہ لیا ہوا آپہنچا۔ نقاروں اور دفوف سے اس کی آمد کا اعلان ہوا۔ جمعہ کا اہتمام آغاز ہو کر زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا۔ باجوں کی آواز سن کر جو لوگ مسجد میں تھے سب چل دیئے۔ یہ خیال کیا ہوگا کہ نماز پھر ادا کرلیں گے۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ ابتدا میں نماز پہلے پڑھ لی جاتی تھی اور خطبہ نماز کے بعد ہوتا تھا جیسا کہ عیدین میں ہوا کرتا ہے۔ اس اعتبار سے تقریباً فارغ ہو چکے تھے۔ جو اصحاب ٹھہرے ہوئے تھے ان کے نام بھی بتائے گئے ہیں کہ وہ عشرہؓ مبشرہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود اور حضرت بلالؓ تھے۔ کسی روایت میں حضرت بلالؓ کی جگہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کا نام آیا ہے۔ ان کے علاوہ سات عورتیں بھی تھیں۔ بعض روایات میں چالیس اصحاب کا موجود رہنا مذکور ہے ممکن ہے کہ مجمع برخاست کرنے لگا تو صرف بارہ حضرات اپنی جگہ سے نہ ہٹے ہوں اور باقی اٹھ کر چلنے لگے۔ پھر بعضوں نے دیکھا کہ حضور انور خطبہ دے رہے ہیں تو دوبارہ بیٹھ گئے ہوں۔ اس طرح جمے رہنے والے (۱۲) تھے اور بعد کو دوبارہ جمع ہو گئے تو تعداد چالیس ہو گئی۔ خواتین الگ ٹھہری ہوئی تھیں۔ اس موقع پر نہ صرف وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً والی آخری آیت بلکہ سیاق بتلاتا ہے کہ پورا رکوع جو آخری

تین آیات پر مشتمل ہے نازل ہوا جس میں اذان کے بعد خرید و فروخت موقوف کرنے اور ختم نماز کے بعد کاروبار شروع کرنے کی اجازت دی گئی۔ اور اس دوران میں اٹھ کر چلے جانے والوں کا عمل حق تعالیٰ کو پسند نہ آیا۔

خطبہ چھوڑنے کی وعید اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

والذی نفس محمدؐ بیدہ لو اتبع آخرکم اوّلکم لالتھب الوادی علیکم نارا۔ (عبد بن حمید عن قتادہ) اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے اگر تمہارا پچھلا شخص آگے والے کا اتباع کرتا (یعنی سب کے سب چلے جاتے) تو یہ سارا میدان آگ کے شعلوں سے بھڑک اٹھتا۔" دوسری روایت میں ہے:۔

والذی نفس محمدؐ بیدہ لو تتابعتم حتّٰی لایبقی احد منکم لسال بکم الوادی نارا۔ (عبد بن حمید عن الحسن) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے اگر تم ایک دوسرے کے پیچھے چلے جاتے اور تم میں سے کوئی باقی نہ رہتا تو اس سارے میدان کو آگ اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔" پھر کوئی نہ بچتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ چند نفوس قدسیہ بلکہ ایک نیک بزرگ کی بدولت سب کو نجات مل جاتی ہے۔ نیکوں کا وجود اپنے ساتھ کم سے کم کیا برکات رکھتا ہے اس کا اندازہ ان احادیث شریفہ سے فرمالیجئے۔

خطبہ و نماز جمعہ کی اہمیت

یہیں سے خطبہ، نماز، مجلس علم، حلقہ درس اور محفل ذکر کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ اللہ سبحانہ کے نزدیک ان کی کیا شان ہے۔ ارشاد ہو رہا ہے: قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ۔ اے نبی کریم! آپ ان لوگوں سے فرما دیجئے کہ یہ مبارک مجالس وہ ہیں جن میں اللہ سبحانہ کا ذکر، اس کے احکام، آداب، اصول، معارف، اسرار اور دین و دنیا کی فلاح و کامیابی کے نکات بتلائے جا رہے ہیں۔ ایسی مفید و کار آمد باتوں کو جو آب زر سے لکھنے اور دل میں جگہ دینے اور حرز جاں بنانے کے قابل ہیں، ان کو چھوڑ کر تم کہاں جا رہے ہو۔ غلہ کے لئے، سامان تجارت کے لئے، تماشے کی خاطر، نقاروں اور باجوں کی آواز پر جو محض شیطانی آواز، ہو خدائے تعالیٰ کے ذکر سے چھڑانے والی۔ ایک طالب علم کی، ایک سالک کی، ایک مرید کی، ایک طالب حق کی، یہ حالت نہیں ہو سکتی کہ وہ ذکر خدائے ذوالجلال پر ایسے لہو و لعب کو ترجیح دے۔ ابھی کیا دیکھا ہے؟ یہ تو شیطان کی ترغیبی صورت تھی اسی پر تم بہکے جا رہے ہو۔ آئندہ ترہیبی اور تخویفی صورتیں نمودار ہوں گی سخت سے سخت امتحانات درپیش ہونگے معرکے اور کارزار کے بازار گرم ہوں گے۔ تلواروں، تیروں، نیزوں، برچھوں کا

مقابلہ رہیگا۔ توپ تفنگ بم اور رائیم سے سابقہ پڑیگا۔ باطل کی قوتیں ابھر ابھر کر آئینگی اور حق کو دبانا چاہینگی۔ کیا ان میں بھی اسی طرح راہ فرار اختیار کرو گے؟ حاشا و کلا۔

خیر الرازقین کی تفسیر تم رزق کے پیچھے دوڑے جارہے ہو۔ جانتے ہو تمہارا رزق کہاں ہے؟ وفی السماء رزقکم۔ تمہارا رزق تو آسمان میں ہے۔ تمہارا روزی رساں کون ہے؟ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ اللہ سبحانہ ہی بہتر روزی رساں ہے۔" اوپر سے پانی برسے تو زمین سے پیداوار نکلے۔ اگر اللہ سبحانہ کا حکم نہ ہو تو نہ ایک قطرہ برسے اور نہ ایک دانہ پیدا ہو۔ پھر ہم کو چھوڑ کر کس سے اپنا رشتہ جوڑو گے اور کس سے کیا فیض پاؤ گے؟۔

پابندئ خطبہ کی فضیلت اس نصیحت کا یہ اثر ہوا کہ وہی صحابہ کرام رضؓ جو باجے اور غلے کے پیچھے دوڑے جارہے تھے اور جس کی بنا پر یہ عتاب نامہ نازل ہوا بعد کو ایسے پابند ہو گئے کہ خطبہ تو ذکر اللہ ہے آپؐ کی کسی مجلس سے بھی صحابہ کرام بلا اجازت برخاست نہ کرتے اگر کوئی حاجت درپیش ہوتی تو اجازت حاصل کرتے اور جب اجازت صادر ہوتی تو باہر جاتے چنانچہ قرآن کریم میں احکام دئے گئے۔ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستأذنوہ (النور) اور جب ہوتے ہیں آپ کے ساتھ کسی جمع ہونے کے کام میں تو چلے نہیں جاتے جب تک کہ آپ سے اجازت نہ لے لیں۔" ادھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کلی اختیارات اس باب میں عنایت ہوئے چنانچہ اس کے بعد ارشاد ہے:۔ فاذا استأذنوك

لبعض شانہم فأذن لمن شئت منہم واستغفر لھم اللہ ان اللہ غفور رحیم۔ پھر جب اجازت مانگیں آپ سے اپنے کسی کام کیلئے تو اجازت دیجئے آپ جن کو چاہیں اور معافی کی دعا فرمائیے ان کے لئے اللہ سے۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

رفتن با جازت حضرت مقاتلؒ فرماتے ہیں :۔ کان لایخرج واحد لرعاف واحداث بعد النہی حتی یستأذن النبی علیہ الصلاۃ والسلام یشیر الیہ باصبعہ التی تلی الابھام فیأذن لہ النبی علیہ الصلاۃ والسلام یشیر الیہ بیدہ۔ ممانعت صادر ہونے کے بعد صحابۂ کرامؓ کی عادت میں یہ بات داخل ہوگئی تھی کہ کسی کو ناک آتی یا حاجت بشری درپیش ہوتی تو ایسی صورتوں میں بھی آپ کی اجازت حاصل کئے بغیر مجلس مبارک سے نہیں نکل سکتے تھے۔ کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرکے حضورؐ سے اجازت چاہتے اور آپ بھی انگشت مبارک کے اشارے سے اجازت صادر فرماتے"۔ اس سے اس بات کا استنباط لیا جاتا ہے کہ تلامذہ اپنے استاذِ محترم سے اور مریدین جب کسی مجلس میں حاضر ہوں تو اپنے شیخ اپنے مرشد سے اجازت لیکر جایا کریں۔ بے اجازت اس مجلس سے چلے جانا بے ادبی ہے۔

صحابہ کرام کے مناقب پھر ان ہی اصحاب کرامؓ کی تعریف و توصیف میں آیۂ کریمہ نازل ہوئی :۔ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ۔ اصحابِ رسول کی وہ مقدس جماعت ہے جن کو نہ تو تجارت و سوداگری اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل کرسکتی ہے

سوداگری اور بیع جس میں انسان کی منفعت ہے ایسی مفید چیزیں ان کو ذکر اللہ سے نہیں چھڑا سکتیں تو لہو ولعب جو محض لغو اور بے فائدہ ہے ایسی لغویات کب انکو غفلت میں ڈال سکتی ہیں؟

نفس کی تادیب مدارس دینیہ میں طلبہ جو اپنے اساتذہ سے ضروریات بشری کے موقع پر جو طالب اجازت ہوتے ہیں جس کا رواج آج تک موجود ہے وہ اسی خیر القرون مشہود لہا بالخیر کی مبارک یادگار ہے۔ آداب مجالس مدارس اور اساتذہ وتلامذہ کے آداب جب تک قائم رہیں گے خیر القرون کے برکات بھی برقرار رہیں گے۔ اسی پر دیگر آداب کی پابندی کا قیاس کر لیجئے۔ حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں

ادّبوا النفس ایھا الاحباب　　انّما الدین کلّہ آداب

دوستو! اپنے نفس کو پاس ادب کا خوگر بنائے رکھو　　دین اسلام سرتاپا آداب ہی ہے۔"

جمعہ کے بعد کی دُعا حضرت انسؓ فرماتے ہیں: من قال یوم الجمعۃ اللّٰھمّ اغننی بحلالك عن حرامك وبفضلك عمّن سواك سبعین مرّۃ لم تمرّ بہ جمعتان حتّی یغنیہ اللہ۔ جو کوئی جمعہ کے دن ستر بار یہ دعا پڑھا کرے تو دو جمعہ گزرنے نہ پائیں گے کہ اللہ سبحانہ اس کو تونگری کی دولت سے سرفراز فرمائے گا۔"

سورۂ جمعہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ الحمد للہ والمنہ۔ وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ سیدنا محمد سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔

(۱۷ شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ روز چہار شنبہ)